نقش جیلانی

حیات و تعلیمات شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

محمد ابو خلدون

حقوق اشاعت عام ہیں

(ہر شخص اس کتاب کو شائع کر سکتا ہے)

نام کتاب:	نقش جیلانی
مؤلف:	محمد ابوخلدون
اشاعت:	۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء
ای میل:	naqsh_e_gilani@yahoo.com
ناشر:	دیوان پبلیکیشنز

فہرست

پیش لفظ ۸

باب ۱: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی حالات زندگی

پیدائش ونسب ۱۰

سفر بغداد ۱۱

باب ۲: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اور امت مسلمہ کے حالات

سیاسی حالات ۱۴

اجتماعی حالات ۱۶

فکری و مذہبی انتشار ۱۷

باب ۳: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت

حضرت شیخ کی طالب علمی کے حالات ۲۳

تزکیہ باطن ۲۵

تدریسی زندگی کا آغاز ۲۷

باب ۴: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے عام حالات زندگی

شخصیت ومعمولات ۲۸

حضرت شیخ کے بارے میں بعض اکابر امت کی رائے ۳۲

میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے ۳۵

وصال ۳۶

گیارہویں شریف ۳۶

باب ۵: تصوف پر ایک مضمون

تصوف یا تزکیہ باطن کی اہمیت ۳۸
شریعت وطریقت،بعض اقوال ۳۹
مقصد تصوف ۴۲
ضرورت شیخ ۴۳

باب ۶: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف

غنیۃ الطالبین ۴۵
الفتح الربانی ۴۵
فتوح الغیب ۴۵

باب ۷: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات

حضرت شیخ کی تعلیمات کا عمومی جائزہ ۴۷
توحید وشرک ۵۱
تقدیر ۵۵
قیامت ۵۷
عمل ۵۸
عبادت ۵۹
دعا ۶۱
نیت ۶۳
اخلاص ۶۴
قرآن وحدیث ۶۵
بدعت ۶۶
کامل ایمان ۶۷

اخلاق	٦٧
حسن معاملہ	٦٨
موت و مراقبہ	٦٨
طول امل	٦٩
محنت مزدوری اور کسب	٧٠
حرام روزی	٧٠
جھوٹی قسم	٧١
سود	٧١
قناعت	٧٢
سخاوت	٧٢
وصیت	٧٣
تربیت اولاد	٧٣
جہاد	٧٤
تنہائی اختیار کرنا اور قلت کلام	٧٤
غیبت	٧٥
بدنگاہی	٧٥
امر بالمعروف و نہی عن المنکر	٧٦
فلاح کے کام	٧٦
صحت و فراغت	٧٧
رحمت	٧٧
ظلم	٧٧

دنیا	۷۸
حاکم	۷۹
اصلاح کی بنیاد	۷۹
تقوی	۷۹
بڑا کون؟	۸۰
اللہ دیکھ رہا ہے	۸۰
تعلق مع اللہ	۸۰
وصول الی اللہ	۸۱
ولی اور ولایت	۸۱
قرب الٰہی کا نتیجہ	۸۲
نیک بندوں کا حال	۸۳
استغفار	۸۴
صحبت	۸۴
ناجائز اجتماع	۸۵
توبہ	۸۵
حسن خاتمہ	۸۶
جامع نصیحت	۸۶
حضرت شیخ کی دعائیں	۸۶
اللہ کا طلب گار	۸۸
سچا مومن	۸۸
توکل	۸۸

صبر	۸۹
شکر	۸۹
زہد	۹۰
ورع	۹۰
تکبر	۹۱
حسد	۹۱
ہمت	۹۱
فنا کیا ہے؟	۹۱
حقیقی وجد	۹۲
مرید کسے کہتے ہیں؟	۹۳
آفات نفس کیا ہیں؟	۹۳
تواضع کسے کہتے ہیں؟	۹۳
اسم اعظم	۹۳
باب ۸: کرامات شیخ رحمۃ اللہ علیہ	
کرامت کی حقیقت	۹۴
حضرت شیخ کی بعض کرامتیں	۹۹
باب ۹: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت	۱۰۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اردو زبان میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر کتابوں کی کوئی کمی نہیں اس لیے یہ سوال فطری ہے کہ آخر کسی نئی کتاب کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا سیدھا سادہ جواب یہ ہے کہ یہ کتاب ان باقی کتابوں سے بہت مختلف ہے۔اس کا مکمل اندازہ تو آپ کو یہ کتاب پڑھ کر ہوگا کہ یہ کتاب ان دوسری کتابوں سے کیوں مختلف ہے لیکن مختصراً اتنا عرض ہے کہ اردو زبان میں حضرت شیخ کے جو تذکرے ملتے ہیں ان میں حضرت شیخ کے بہت تھوڑے حالات ملتے ہیں جب کہ اکثر میں حضرت شیخ کے فضائل اور ان کی کرامتوں کا ذکر زیادہ ملتا ہے۔ان کرامتوں سے تو حضرت شیخ کی شخصیت کا ایک ہی پہلو سامنے آتا ہے یعنی ان کی عنداللہ مقبولیت لیکن پڑھنے والے کو حضرت شیخ کی تعلیمات اور زندگی کے عملی پہلو سے ناواقفیت رہتی ہے۔ جبکہ حقیقتاً بزرگان دین کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان ان کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں اختیار کرلے اور اس طرح اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو سنوار لے۔

اسی طرح ان کتابوں سے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت شیخ جس دور میں پیدا ہوئے اس میں آپ نے امت کی اصلاح کا کام کس طرح کیا، ان کی تعلیمات کیا تھیں اور انہوں نے کن کن خرابیوں کی اصلاح کی۔اس کتاب میں اس پہلو سے بھی حضرت کی شخصیت کا جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس لحاظ سے بھی یہ کتاب دیگر کتابوں سے منفرد ہو جاتی ہے۔

کتاب کی ترتیب اس طرح ہے۔ پہلے باب میں حضرت شیخ کی پیدائش سے لے کر ان کے سفر بغداد کے حالات کا ذکر ہے۔ دوسرا باب ان حالات کا جائزہ ہے جن سے حضرت شیخ سے پہلے اور ان کی زندگی میں امت مسلمہ گزر رہی تھی۔ تیسرا باب حضرت شیخ کی دینی تعلیم اور اس کے بعد حضرت حماد بن مسلم کی مجلس میں حاضری اور ان کی صحبت میں راہ طریقت طے کرنے کے بارے میں ہے۔ چوتھا باب حضرت کی

زندگی کے دیگر حالات اور بعض اکابر امت کے ان کے بارے میں تاثرات پر مبنی ہے۔ پانچواں باب تصوف یا تزکیہ باطن کا ایک عمومی تعارف ہے اور ساتھ ہی اس بارے میں حضرت شیخ کی بعض تعلیمات بھی آ گئی ہیں۔ چھٹا باب حضرت شیخ کی تصنیفات کا ایک مختصر جائزہ ہے۔ ساتواں باب حضرت شیخ کی تعلیمات پر مبنی ہے۔ یہی باب اس کتاب کا مرکزی باب ہے۔ اس میں عقائد، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات پر حضرت شیخ کے اقوال ان کی تصنیفات سے پیش کیے گئے ہیں۔ اس ضمن میں ہم نے یہ کوشش بھی کی ہے کہ حضرت کے اقوال کے ساتھ ساتھ اسی موضوع پر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیش کی جائے جو کہ حضرت شیخ کے مسلک کے عین مطابق ہے اس لیے کہ حضرت شیخ اس بات پر بہت زور دیتے تھے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ قرآن اور اس کی تفسیر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں ہے۔ باقی ہر راہ گمراہی اور بربادی کی طرف لے جانے والی ہے۔ اس کتاب میں چالیس سے زیادہ حدیثیں پیش کی گئی ہیں اس طرح ہمیں اللہ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ ہمیں اس فضیلت سے سرفراز فرمائے گا جس کا اظہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ سے فرمایا ہے:

''جو شخص دین کے احکام میں چالیس حدیثیں محفوظ کر کے امت پر پیش کر دے اللہ تعالیٰ اس کو (روز قیامت) بہت بڑا عالم بنا کر اٹھائے گا اور میں روز قیامت اس کا سفارشی اور گواہ ہوں گا'' (بیہقی)

کتاب کے آٹھویں باب میں حضرت شیخ کی چند کرامتیں بیان کی گئی ہیں لیکن اس سے پہلے معجزہ اور کرامت کے سلسلے میں اہلسنت کا مسلک بیان کیا گیا ہے۔ نواں باب حضرت شیخ کی وصیت ہے جو آپ نے وصال کے وقت بیان فرمائی تھی۔

آخر میں اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہماری اس حقیر کوشش کو قبولیت کا شرف عطا کرے اور اسے ہماری اصلاح اور نجات کا ذریعہ بنائے۔

محمد ابوخلدون

باب ۱: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی حالات زندگی

پیدائش و نسب

حضرت پیران پیر کا اصلی نام سید عبدالقادر جیلانی ہے کنیت ابو محمد اور لقب محی الدین ہے۔ عام مسلمان ان کو شاہ بغداد محبوب سبحانی اور غوث اعظم کے نام سے جانتے ہیں۔ محی الدین آپ کا خدائی خطاب ہے۔

آپ کا اصلی وطن نیف ہے جو قدیم ایران کے ایک صوبے گیلان کا ایک علاقہ تھا۔ عربی زبان میں اسی گیلان کو جیلان کہا جاتا ہے اسی نسبت سے آپ کو گیلانی یا جیلانی کہا جاتا ہے۔ اکثر تاریخ دانوں کے نزدیک حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۴۷۰ھ (۱۰۷۷ء) ہے۔

آپ نجیب الطرفین سید ہیں یعنی ماں اور باپ دونوں کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ والد کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام حسن تک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچتا ہے اور والدہ کی طرف سے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک۔

حضرت شیخ کے والد کا لقب جنگی دوست تھا فارسی زبان میں جس کا مطلب مجاہد ہوتا ہے اس لیے کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کا بڑا شوق رکھتے تھے اور اللہ کی راہ میں شہادت ان کی سب سے بڑی تمنا تھی۔ والد ماجد کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے: ابو محمد عبدالقادر بن ابو صالح جنگی دوست، موسیٰ بن ابو عبداللہ بن یحییٰ بن محمد بن داود بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ جون بن عبداللہ محض بن حسن مثنی بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

آپ کی والدہ ماجدہ انتہائی نیک سیرت اور پرہیز گار خاتون تھیں ان کا نام فاطمہ اور لقب ام الخیر تھا۔ والدہ کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے: ابو محمد عبدالقادر بن ام الخیر ام الجبار فاطمہ بنت سید عبداللہ الصومعی بن ابو جمال الدین بن سید محمد بن سید محمود بن ابو عطا بن کمال الدین عیسیٰ بن ابو علاالدین بن محمد جواد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

یہ بلند و بالا نسب کسی بھی شخص کے لیے فخر و عزت کی بات ہے لیکن حضرت شیخ تواضع کے طور پر اس کا ذکر اور اس پر فخر کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اس لیے کہ اسلام میں مدار نجات ایمان اور عمل صالح پر ہے نہ کہ کسی نسبت یا تعلق پر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

جس کا عمل دیر لگائے گا اس کا نسب جلدی کر کے اسے آگے نہ بڑھائے گا۔ (صحیح مسلم)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چہیتی بیٹی فاطمہ اور اپنی پھوپھی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے خطاب فرمایا:

اے صفیہ! اللہ کے رسول کی پھوپھی میں اللہ کے ہاں تمہیں بچا نہیں سکتا اور اے فاطمہ! (محمد کی بیٹی) میرے مال سے جو چاہو لے لو مگر میں اللہ کے یہاں بچا نہیں سکتا۔ (صحیح بخاری)

جس کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات موجود ہوں وہ کسی نسبت و تعلق کو کیا اہمیت دے گا اور کس طرح اس کی بنیاد پر اپنی نجات کا خیال بھی دل میں لائے گا۔

سفر بغداد

حضرت شیخ نے ابھی ہوش نہیں سنبھالا تھا کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا اس طرح آپ بہت چھوٹی عمر میں یتیم ہو گئے۔ اس کے بعد آپ اپنے انتہائی نیک اور صالح نانا، حضرت سید عبداللہ صومعیؒ کی سرپرستی میں آ گئے جنہوں نے انتہائی شفقت اور محبت سے اپنے نواسے کی تربیت کی۔ حضرت شیخ ابھی جیلان کے مکتب میں زیر تعلیم تھے کہ آپ کے نانا جان کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب آپ کی سرپرستی اور تعلیم و تربیت کا سارا بوجھ والدہ پر آ پڑا۔ انہوں نے یہ ذمہ داری بڑی ہمت اور صبر و استقامت سے پوری کی اور اس طرح آپ کی تربیت کی کہ حضرت شیخ کم عمری ہی میں تقویٰ، اچھے اخلاق، دنیا سے بے تعلقی اور آخرت سے لگاؤ اور طلب علم سے مالا مال تھے۔

حضرت شیخ نے جیلان ہی میں قرآن پاک کا ختم کیا اور ساتھ ہی چند دوسری دینی کتابیں بھی پڑھ لیں۔ اسی دوران آپ نے کاشتکاری بھی کی اور دیگر گھریلو کام بھی انجام دیتے رہے۔ جیلان ایک چھوٹا سا علاقہ تھا جہاں حضرت شیخ کی علم کی پیاس بجھانے کے لیے وسائل ناکافی تھے اور کچھ اور باتیں بھی تھیں جس

سے لازم ٹھہرا کہ آپ مزید علم حاصل کریں۔ آپ نے اپنی والدہ محترمہ سے اس کی اجازت مانگی۔ ایک بوڑھی ماں کے لیے جوان، ہونہار اور فرماں بردار بیٹے کی جدائی یقیناً ایک مشکل مرحلہ تھی لیکن صابر و شاکر ماں نے دین کی خاطر اجازت دے دی۔ اس زمانے میں بغداد کے دینی مدارس کی پورے عالم میں شہرت تھی لہذا وہی آپ کی منزل مقصود قرار پائی۔

والد مکرم کے ترکے سے آپ کی والدہ کے پاس اسی (۸۰) دینار تھے جس میں سے چالیس دوسرے بھائی کو ملے اور چالیس آپ کے حصے میں آئے جو آپ کی والدہ نے آپ کے کپڑوں میں بغل کے نیچے سی دیئے۔ رخصت کرتے وقت والدہ نے فرمایا کہ میں تو شاید اب جیتے جی تمہاری صورت نہ دیکھ سکوں گی اور اپنی دعاؤں سے حضرت شیخ کو نوازا اور نصیحت فرمائی: ''اے میرے بیٹے! جھوٹ سے بچنا اس لیے کہ مومن جھوٹ نہیں بولتا۔ اے بیٹے! ہمیشہ سچ بولنا اور ہم نے ہمیشہ تمہیں یہی نصیحت کی ہے اور امید ہے کہ تم ہماری نصیحت پر عمل کرو گے۔''

حضرت شیخ والدہ سے رخصت ہو کر قافلے کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ قافلہ جب ہمدان سے کچھ آگے پہنچا تو ساٹھ ڈاکو اس پر حملہ آور ہو گئے اور قافلے میں موجود ہر فرد سے اس کی قیمتی چیزیں چھین لیں۔ ایک ڈاکو حضرت شیخ کی طرف بھی آیا۔ اس نے سوال کیا: '' کیا تمہارے پاس بھی کچھ مال ہے؟'' آپ نے انتہائی اطمینان سے جواب دیا: ''ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں۔'' اس ہاں نے اسے یقیناً حیران کر دیا۔ بے یقینی کی حالت میں اس نے اپنا سوال دہرایا: ''کیا تمہارے پاس بھی کچھ مال ہے؟'' سچائی اور صداقت سے بھرپور آواز میں جواب ملا: ''ہاں!'' گناہوں میں ڈوبا ہوا یہ انسان سچ کی خوشبو محسوس نہ کر سکا۔ وہ آپ کو اپنے سردار کے پاس لے گیا اور پورا قصہ بیان کیا۔ سردار نے بھی وہی سوال کیا: '' کیا تمہارے پاس بھی کچھ مال ہے؟'' جواب وہی تھا: ''ہاں۔'' یہ جواب اس کے لیے بھی ناقابل یقین تھا۔ پوچھا: ''کہاں ہیں؟'' حضرت شیخ نے جواب دیا: ''میری بغل کے نیچے خفیہ جیب میں سلے ہوئے ہیں۔'' سردار نے اس جیب کو پھاڑ کر دیکھا تو واقعی چالیس دینار نکل آئے۔ سارے ڈاکو یہ دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے۔ نوازنے والے کے انداز بھی نرالے ہوتے ہیں۔ وہ جواب تک لوٹتا تھا اب اس کے اپنے لٹنے کا سامان ہو رہا ہے۔

سردار نے پوچھا: ''آخر کس وجہ سے تم نے ہمیں ان دیناروں کے متعلق بتا دیا جب کہ تم جانتے ہو کہ ہم یہ لوٹ لیں گے؟'' حضرت شیخ نے اسی اطمینان سے جواب دیا: ''میری ماں نے رخصت کرتے وقت نصیحت کی تھی کہ ہمیشہ سچ بولنا، مسلمان کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور میں اس کے خلاف نہیں کر سکتا۔'' یہ جواب گویا خشک کھیتی پر بارش کا پہلا قطرہ تھا۔ سردار رو پڑا اور کہا: ''ایک تم ہو جسے اپنی ماں کے ساتھ کئے ہوئے عہد کا اتنا خیال ہے اور ایک میں ہوں کہ سالوں سے اپنے رب کے عہد کو توڑ رہا ہوں۔ اے لڑکے! گواہ رہ، میں آج سے اس کام سے توبہ کرتا ہوں۔'' اس کے تمام ساتھیوں نے بھی اپنے سردار کو دیکھ کر اس کام سے توبہ کر لی اور تمام مال قافلے والوں کو واپس کر دیا اور قافلہ حضرت شیخ کی برکت سے بحفاظت بغداد پہنچا۔

یہ ہدایت و اصلاح کے ابھرتے سورج کی پہلی کرن تھی جو آنے والے وقت میں امت مسلمہ کے تن نیم مردہ میں حرارت و توانائی کا ذریعہ بننے والا تھا۔ اس واقعہ سے حضرت شیخ کی ایک کرامت بھی ظاہر ہوئی جو ہر کرامت سے بڑی کرامت ہے یعنی بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ ہدایت کی طرف پھیر دینا۔ یہ سب سے بڑی کرامت اس لیے ہے کہ اس دنیا میں انبیا علیہم السلام کو بھیجنے کا مقصد عقائد و اعمال کی اصلاح ہوتا ہے۔ اور انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علمائے کرام اور اولیائے عظام بھی اپنے اپنے وقت میں یہی کام انجام دیتے ہیں اور اسی میں وہ انبیا کے وارث ٹھہرتے ہیں۔ اسی میں ان کی بڑائی ہے کہ وہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں۔ لوگوں کو اچھے کاموں کو کرنے کی تلقین کرتے ہیں اور برے کاموں سے کو روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعوت و تبلیغ میں یہ اثر رکھا ہے کہ بہت سے لوگ سیدھی راہ پر آ جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اللہ کی قسم، اگر اللہ تعالیٰ تیرے ذریعے سے ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری)

آخر کار کئی ماہ کے سفر کے بعد حضرت شیخ ۴۸۸ھ میں اٹھارہ سال کی عمر میں بغداد میں داخل ہوئے۔

باب۲: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اور امت مسلمہ کے حالات

اس سے پہلے کہ ہم حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بغداد پہنچنے کے بعد کے حالات پیش کریں جن میں ان کی تعلیم اور بعد میں اصلاحی کام کی تفصیل ہے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان حالات کا ایک جائزہ پیش کریں جن میں اس وقت امت مسلمہ گھری ہوئی تھی۔

اس جائزے سے ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ وہ کیا حالات تھے جن میں حضرت شیخ نے بغداد میں اپنے اصلاحی کام کا آغاز کیا، ان کے سامنے کیا مقاصد تھے، ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے انہوں نے کیا طریقہ کار اختیار کیا اور ان کے کام کے نتیجے میں امت میں کیا تبدیلی آئی۔

ان حالات کو پڑھتے ہوئے آپ کو بار بار یہ احساس ہوگا کہ گویا یہ ہمارے اپنے دور کا ذکر ہے۔ سیاسی ابتری، مذہبی انتشار اور معاشرتی خرابی جیسے مسائل جو حضرت شیخ سے پہلے اور ان کی زندگی میں مسلمانوں کو درپیش تھے آج بھی امت مسلمہ انہی تمام مسائل کا شکار ہے گویا زمانہ گھوم پھر کر اسی مقام پر آ کھڑا ہوا ہے جہاں آج سے صدیوں پہلے تھا۔

سیاسی حالات

حضرت شیخ کی ولادت سے پہلے امت مسلمہ کو سیاسی ابتری، مذہبی انتشار اور معاشرتی خرابی نے مکمل طور پر گھیر رکھا تھا اور امت ایک ایسے دور میں تھی جس کو تاریخ دان امت مسلمہ کا سیاہ دور کہتے ہیں۔

مسلمانوں کے سیاسی انتشار کا آغاز تیسری صدی ہجری میں عباسی خلیفہ مامون کے زمانے سے ہوا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خلافت بغداد کی سیاسی مرکزیت روز بروز کمزور ہوتی چلی گئی۔ تعداد کے اعتبار سے مسلمان کم نہ تھے لیکن عالم اسلام مختلف ملکوں میں تقسیم تھا۔ جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستیں وجود میں آ چکی تھیں اور خلیفہ بغداد کی کوئی عملی حیثیت نہیں تھی۔ اس کی عزت کی جاتی تھی لیکن سارے اختیارات مختلف علاقوں کے طاقتور حکمرانوں کے ہاتھوں میں تھے۔

مسلمانوں میں انتشار کا آغاز ۲۰۵ھ میں ہوا جب طاہر بن حسین نے خراسان میں خلافت بغداد سے

الگ ایک آزاد ریاست قائم کی جو ۲۵۹ھ تک قائم رہی۔ طاہر بن حسین مامون کی فوج کا سربراہ تھا۔ اس ریاست کا دارالحکومت نیشاپور تھا۔ اس کے بعد ۳۲۰ھ میں آل بویہ نے ایران میں ایک آزاد ریاست قائم کر لی اور ان کا اثر خلافت بغداد تک بڑھ گیا۔ آل بویہ شیعہ تھے اور وہ بغداد کی سیاست پر بڑی حد تک حاوی تھے۔ ۴۳۲ھ میں سلاجقہ کی مملکت کی بنیاد پڑی۔ یہ مملکت ۵۸۳ھ تک قائم رہی۔ سلاجقہ جو ترک نسل سے تھے ان کی یہ سلطنت خراسان اور ماوراءالنہر کے ان علاقوں میں قائم ہوئی جہاں پہلے سامانی اور غزنوی برسر اقتدار تھے۔ افریقہ میں بھی مختلف گروہوں میں اقتدار کی جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ اسپین کا حال بھی مختلف نہ تھا۔ مسلمانوں کی یہ عظیم مملکت خانہ جنگیوں کا شکار تھی۔ مختلف علاقوں میں خودمختار ریاستیں قائم تھیں جس کا فائدہ عیسائیوں کو پہنچ رہا تھا اور وہ اس نااتفاقی کا بھرپور فائدہ اٹھا رہے تھے اور مسلمانوں کو اسپین سے مٹانے کے لیے متحد ہو رہے تھے۔ مصر میں فاطمیوں کی حکمرانی تھی۔ فاطمی اصلاً شیعہ تھے اور انہوں نے شام پر بھی قبضہ کر لیا تھا ان کا اثر و رسوخ خلافت بغداد تک پھیلا ہوا تھا۔ فاطمی حکومت کے قیام سے اہلسنت والجماعت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ ہندوستان بھی مختلف سلطنتوں میں تقسیم تھا اور ہندو راجے اپنی ذلت آمیز شکستوں کا بدلہ لینے کے لیے پر تول رہے تھے۔ یمن جیسا چھوٹا ملک بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔ ہر شہر ایک خودمختار ریاست کی صورت اختیار کر چکا تھا۔

غرض یہ کہ عالم اسلام متعدد سرحدوں میں تقسیم ہو چکا تھا اور اسلامی ممالک میں خانہ جنگی چھڑی ہوئی تھی۔ بے سکونی کا دور دورہ تھا۔ نہ شہروں میں امن تھا اور نہ دیہات پرسکون تھے۔

ایک اور فتنہ جو حضرت شیخ کے دور میں موجود تھا وہ فدائیوں کی جماعت تھی جس کا بانی ایک شیطان صفت انسان حسن بن صباح تھا۔ وہ اپنے حامی کو جسے فدائی کہا جاتا تھا حشیش پلاتا اور نشے کے عالم میں اسے اپنی بنائی ہوئی جنت میں پہنچا دیتا۔ وہاں حوریں اس کی خاطر تواضع کرتیں۔ فدائی کو چند روز اس جنت میں رکھنے کے بعد دوبارہ دنیا میں لے آیا جاتا۔ وہ دوبارہ جنت میں جانے کی خواہش کرتا تو اسے کہا جاتا کہ اگر وہ فلاں کارنامہ انجام دے یا فلاں کو قتل کر دے تو اسے ہمیشہ کے لیے اس جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ یہ فدائی مختلف بھیسوں میں پورے عالم اسلام میں پھیلے ہوئے تھے اور گمراہیاں پھیلا رہے تھے۔ ان کا

مقصد اہلسنت کو فنا کرنا تھا۔ان فدائین کے ذریعے حسن بن صباح نے عالم اسلام کے بہت سے نامور علما اور فقہا قتل کروا دیئے۔ان میں نظام الملک طوسی بھی تھا جس نے بغداد، نیشاپور، اور طوس میں مدارس نظامیہ قائم کر کے سنی علما کی کھیپ تیار کی جس نے دینی حلقوں میں گمراہ فرقوں کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دی۔نظام الملک اہلسنت کا محسن تھا اور یہی بات حسن بن صباح کے دل میں کھٹکتی تھی۔

حضرت شیخؒ کے دور کا سب سے اہم تاریخی واقعہ صلیبی جنگیں ہیں جن کا آغاز ۴۸۸ھ (۱۰۹۵ء) میں ہوا۔اس وقت حضرت شیخؒ کی عمر ۱۸ سال تھی۔۴۸۸ھ میں عیسائیوں کے سب سے بڑے پادری نے تمام یورپ کے سب حکمرانوں کو حکم دیا کہ یروشلم کو مسلمانوں سے چھین لینے کے لیے جنگ کی تیاری کریں اور یہ فتویٰ جاری کیا کہ جو عیسائی اس جنگ میں شرکت کرے گا وہ اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دے گا اور جان دینے والوں کو جنت میں جگہ دینے کا وعدہ کیا۔پوپ کا وعدہ گویا خدا کا وعدہ تھا۔اس فتوے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سارا یورپ جنگ کی تیاریاں کرنے لگا۔اس کے چار سال بعد عیسائیوں نے بیت المقدس کو فتح کر لیا اور مسلمانوں کا اتنا خون بہایا کہ ان کے گھوڑوں کے پیر خون میں ڈوب گئے اور زندہ بچنے والوں پر زندگی دوبھر کر دی۔شام و فلسطین سے مہاجرین کا تانتا بندھ گیا اور یہ مصیبت زدہ لوگ بغداد آنے لگے۔فتح قدس کے بعد یورپ کی یہ متحدہ قوت سرزمین حجاز و عراق پر حملے کے لیے پر تول رہی تھیں۔

اجتماعی حالات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا:

اللہ کی قسم! مجھے یہ ڈر نہیں کہ تم مفلس ہو جاؤ گے میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر وسیع ہو جائے گی (یعنی مالدار ہو جاؤ گے) جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر وسیع ہوئی تھی اور ان ہی کی طرح تم لوگ اس کو حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے مقابلے میں لگ جاؤ گے (اور یہ مال کی طلب) تمہیں اسی طرح تباہ کر دے گی جس طرح تم سے پہلے لوگ تباہ ہوئے ہیں۔　　　(صحیح مسلم)

اس خدشے کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو اس بات کی تعلیم دی:

دنیا میں اس طرح زندگی گزار گویا تو اجنبی ہے یا مسافر ہے (جو راستے کی کسی چیز سے دل نہیں لگاتا تا کہ

اپنی منزل تک جلد پہنچ جائے)۔ (صحیح بخاری)

صحابہ کرام نے ان باتوں کو غور سے سنا اور پوری طرح اس پر عمل کیا۔ دنیا ان پر بارش کی طرح برسی لیکن ان کے ہاتھوں اور جیبوں میں رہی ان کے دلوں تک نہ پہنچ پائی۔ان کے دل دنیا کی محبت سے خالی رہے۔ان کے بعد تابعین میں بھی یہ معاملہ برقرار رہا کہ دنیا اور اس کا مال و متاع ان کے دل پر کوئی اثر نہ کر سکا۔لیکن جیسے جیسے دور نبوت سے دوری ہوتی گئی مسلمان اس تعلیم کو بھلاتے چلے گئے، دنیا کی محبت ان پر چھاتی چلی گئی اور وہ اس میں ڈوبتے چلے گئے۔ساتھ ہی جب اسلامی سلطنت کی حدیں وسیع ہوئیں اور مسلمان حکمرانوں کے پاس بے تحاشا مال و دولت آنے لگی تو اس سے بھی مسلمانوں کی عملی زندگی میں بیشمار خرابیاں پیدا ہوئیں اور وہ دنیا کی محبت کا شکار ہو گئے اور آہستہ آہستہ وہ ان تمام خرابیوں میں ملوث ہو گئے جو کثرت مال کے سبب پیدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ فضول خرچی کا سلسلہ شروع ہوا۔سب سے پہلے مساجد کی تعمیر اور ان کی سجاوٹ پر بے دریغ مال خرچ کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔پھر فضول خرچی کا یہ سلسلہ لباس و آرائش اور کھانے پینے میں چل پڑا۔جب یہ سلسلہ آگے بڑھا تو پھر گانا بجانا اور شراب نوشی بھی عام ہو گئی۔ یہ تو حکمرانوں اور مالداروں کی حالت تھی۔ اس کے برعکس عوام الناس کی اکثریت غربت اور فقر کی انتہائی پست حالت میں زندگی گزار رہی تھے۔

فکری و مذہبی انتشار

اسلام اپنے ماننے والوں کو طلب علم پر ابھارتا ہے یہی وجہ ہے مسلمان جب بھی کسی علاقے کو فتح کرتے تو جہاں وہ مسجد قائم کرتے وہیں مدرسے کا قیام بھی ضروری سمجھتے تھے۔اسی تعلیم اور فکر کا نتیجہ تھا کہ مسلمان جہاں بھی علم پاتے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔چنانچہ ایران، ہندوستان، یونان جس جگہ بھی مسلمان پہنچے وہاں کے علوم اور تصانیف کو حاصل کیا۔عباسی خلفا کے دور میں بیت الحکمت قائم ہوا جہاں خاص طور پر یونانی فلسفے کا عربی زبان میں ترجمہ کیا جاتا تھا۔اس یونانی فلسفے سے بعض اہل علم مسلمان جن کی دینی بنیاد کمزور تھی بہت متاثر ہوئے۔ بجائے اس کے کہ وہ اس فلسفے کو اسلام کی تعلیمات پر جانچتے انہوں نے اسلامی تعلیمات کو اس فلسفے کی بنیاد پر جانچنا شروع کر دیا جس کے نتیجے میں ان کے عقائد میں

خرابی پیدا ہوئی، کمزور ذہنوں میں شک وشبہات پیدا ہونے لگے اور مسلمانوں میں مختلف گمراہ فرقے پیدا ہوئے جنھوں نے عقل کو اپنا معیار بنایا اور بے فائدہ اور بے حقیقت باتوں پر بحثیں ہونے لگیں۔

سیاسی افراتفری اور فکری انتشار اور بدامنی کا ایک اثر یہ ہوا کہ علوم وفنون کی ترقی رک گئی۔ امت کا درد و غم رکھنے والے علمائے حق گوشہ نشین ہو گئے جس کے نتیجے میں دنیا پرست علما علمی مجلسوں پر چھا گئے اور قرآن و حدیث کے بجائے بے مقصد اور غیر اہم مسائل موضوع بحث بن گئے۔ چنانچہ حنبلیوں اور حنفیوں میں سورۃ بنی اسرائیل کی ایک آیت کی تفسیر پر فتنہ وفساد برپا تھا۔ شافعیوں اور حنبلیوں میں وجہ فساد نماز میں بسم اللہ کی قرات تھی۔ امام شافعی کے ماننے والوں اور امام ابوحنیفہ کے ماننے والوں کے درمیان اختلاف اس بات پر تھا کہ مقتدی امام کے پیچھے سورت فاتحہ کی تلاوت کرے یا نہ کرے۔

یہ مسائل وہ ہیں جن کی دین میں کوئی بنیادی اہمیت نہیں اور یہ آج بھی موجود ہیں لیکن ہر دور میں دنیا پرست اور مال و جاہ کے طلب گار علما جو عام لوگوں کی دین سے محبت اور تعلق لیکن ناواقفیت کا فائدہ اٹھاتے رہے ہیں اور عوام الناس کو ان فروعی مسائل کو بنیاد بنا کر آپس میں لڑاتے رہے ہیں۔ اسی طرح کے علما نے ان اختلافات کو اس درجے تک پہنچا دیا تھا کہ ایک دوسرے پر حملے کرنا، گھروں کو لوٹنا یہاں تک کہ مخالفین کی قبروں تک کو اکھاڑنے کے واقعات عام تھے۔ گالی گلوچ اور خون خرابہ تو ایک معمولی بات تھی۔

۳۲۳ھ میں حنبلیوں نے حنفیوں کے گھروں پر حملے کیے لوٹ مار کی اور ان کے گھروں کو آگ لگا دی۔ ۳۲۷ھ میں اسی طرح کے واقعات دوبارہ پیش آئے۔ ۴۵۶ھ میں حنبلیوں اور شافعیوں کے درمیان بغداد کی جامع مسجد منصور میں اسی طرح کا واقعہ پیش آیا۔ غرض یہ کہ ۴۸۸ھ میں جب حضرت شیخ بغداد پہنچے تو اس وقت اہلسنت والجماعت کے مختلف گروہوں میں اختلافات انتہائی شدید تھے۔ شرک و بدعت کا زور تھا۔ صرف باتیں رہ گئی تھیں اہل دل نایاب ہو چکے تھے۔

ان تمام خرابیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان عمل میں سست پڑ گئے، دنیاوی زندگی انہیں پیاری ہوگئی، ان کا آپس کا اتحاد پارہ پارہ ہوگیا، جذبہ جہاد ختم ہوگیا اور وہ اپنی وہ طاقت اور رعب کھو بیٹھے جس سے کفر کی طاقتیں خوف کھاتی تھیں۔

لوگوں کی اخلاقی حالت پر بھی اس کا بہت برا اثر پڑا تھا۔ خود غرضی، لالچ وحرص اور مکر وفریب جیسی خرابیاں عام تھیں۔ بزدلی، خوشامد، چاپلوسی، خیانت، دھوکہ دہی جیسی خرابیاں ان کی زندگیوں کا حصہ بن گئیں تھیں۔ ملی وقومی مفادات پر ذاتی مفادات کو ترجیح دی جانے لگی تھی اور اس کی خاطر دین وایمان تک داؤ پر لگا دیا جاتا تھا۔ حکمرانوں کی زندگیاں گناہوں میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ اور عوام الناس دنیا داری اور حرص وہوس میں آلودہ اور ظلم وستم کا شکار بنے ہوئے تھے۔ اقتدار پرستی اور چند افراد کی بالا دستی نے نئی نئی سازشوں کو جنم دیا۔ مذہب سے دوری ایک فیشن بن گیا تھا۔ بدامنی عام ہوگئی تھی۔

ان حالات میں ایک ایسی شخصیت کی شدید ضرورت تھی جو نہ صرف امت محمدیہ کی منجدھار میں پھنسی کشتی کو سلامتی کی طرف موڑ دے بلکہ اسے آنے والے طوفانوں کا مقابلہ کرنے کے قابل بھی بنا سکے۔ یہ ذات شاہ بغداد، محبوب سبحانی، پیران پیر، محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں اس دنیا میں تشریف لائی۔ یہی وہ ذات بابرکت تھی جس نے امت مسلمہ کی خستہ حالی کو ختم کیا، لوگوں سے مایوسی کو دور کیا، امید کا چراغ روشن کیا اور کشتی اسلام کو بھنور سے نکال کر صحیح سمت میں موڑ دیا۔

حضرت شیخ ۴۸۸ھ میں بغداد میں داخل ہوئے اور تقریباً تینتیس (۳۳) سال تک طلب علم اور اصلاح نفس میں گزارے۔ اس مدت میں تمام مذکورہ حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔ بغداد کی معاشرتی سماجی اور دینی زندگی کے بگاڑ کو دیکھا۔ ظلم وستم، فحاشی وتن آسانی اور عیش وعشرت میں ڈوبی ہوئی زندگی ان کے سامنے تھی۔ انہوں نے مسلمانوں کی باہمی نااتفاقی اور خانہ جنگی اور دشمنی کو بھی دیکھا، انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ ملک، صوبوں اور شہروں کی حکومت حاصل کرنے کے لیے لوگ سب کچھ کر گزرنے پر آمادہ ہیں۔ انہوں نے درباری اور دنیا پرست علما کا کردار بھی دیکھا جو ذلیل دنیا کی خاطر مسلمانوں کو آپس میں لڑاتے تھے۔ یقیناً حضرت شیخ نے ان حالات اور واقعات کا بھرپور اثر قبول کیا اور یہ احساس ان کے دل میں پیدا ہوا کہ ملت اسلامیہ زوال کی زد پر ہے جس سے بچاؤ کے لیے دوسری کوئی قوت عالم اسلام میں سرگرم عمل نہیں ہے۔ حضرت شیخ کا ایک ملفوظ ملاحظہ فرمائیں:

''ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی دیواریں گر رہی ہیں اور پکار رہی ہیں کہ کوئی ہے جوان

کی تعمیر کرے؟ دین محمدی کی نہر خشک ہوا چاہتی ہے۔اللہ کی عبادت اول تو ہوتی ہی نہیں اور کبھی ہوتی بھی ہے تو دکھاوے اور نفاق کے ساتھ ہوتی ہے۔کوئی ہے جو ان دیواروں کو سیدھا کرنے اور نہر کو وسیع کرنے اور اہل نفاق کو شکست دینے میں مدد کرے؟'' (ملفوظات شیخ)

یہی تعمیر اور امت کو ہلاکت کے بھنور سے باہر نکال کر لانا ہی آپ کا اصلی مقصد تھا۔ یہی آپ کے مواعظ کا اصلی محرک تھا اور اسی لیے آپ نے بغداد کو، جو اس وقت عالم اسلام کا علمی اور روحانی مرکز تھا، اپنی دعوت کا مرکز بنایا تھا تا کہ امت مسلمہ کے قلب میں بیٹھ کر اس کی اصلاح کا کام کیا جائے۔ چنانچہ وہ اپنی پوری قوت اور اخلاص کے ساتھ وعظ و ارشاد دعوت و تربیت، اصلاح نفوس اور تزکیہ قلوب کی طرف متوجہ ہوئے۔انھوں نے ان مسائل کی جڑ پر کلہاڑا چلایا جو امت کو دیمک کی طرح چاٹ رہے تھے۔انھوں نے توحید خالص، اخلاص کامل، تقدیر پر ایمان،عقیدہ آخرت کی یاد دہانی، اس دنیا کے فانی ہونے اور اس کے مقابلے میں آخرت کی زندگی کی ہمیشگی، نفاق اور حب دنیا کی برائی اور تہذیب اخلاق کی دعوت پر سارا زور صرف کر دیا۔ان مواعظ اور خطبات کا خواص وعوام پر بہت زبردست اثر پڑا اور وہ بہت جلد راہ راست پر آ گئے۔ ہزاروں افراد نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ سینکڑوں یہودیوں اور عیسائیوں نے بھی اسلام قبول کیا۔

آپ نے صرف واعظانہ کام ہی نہیں کیا بلکہ مجاہدانہ سرگرمیاں بھی آپ کی شخصیت کا حصہ رہیں۔ گو براہ راست آپ نے ان سرگرمیوں میں حصہ نہیں لیا لیکن تاریخ سے ثابت ہے کہ ان کے دور میں بلکہ بعد میں بھی عالم اسلام میں جو جذبہ جہاد بیدار ہوا اس کے پیچھے حضرت شیخ ہی کی تحریک جہاد کام کر رہی تھی۔اس بات کے ثبوت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ مجاہد اسلام نور الدین زنگیؒ کے دربار میں حضرت شیخ کے مدرسہ قادریہ کے فارغ ہونے والوں کو اعلیٰ عہدے حاصل تھے مثلاً: قطب الدین نیشاپوری اور شرف الدین عبدالمومن شوردہ۔اسی طرح حامد بن محمود حرانی جو حضرت شیخ ہی کے شاگرد تھے نور الدین زنگیؒ کے دربار میں قاضی کے عہدے پر فائز تھے۔ایک اور شاگرد علی بن برداون بن زید کندی بھی نور الدین زنگی کے دربار میں خاص قدر و منزلت حاصل تھی۔

فاتح بیت المقدس صلاح الدین ایوبیؒ کے دربار میں بھی حضرت شیخ کے شاگرد موجود تھے مثلاً: زین الدین علی بن ابراھیم بن نجا دمشقی جو حضرت شیخ کے شاگرد تھے صلاح الدین ایوبی کے مشیروں میں شامل تھے۔ فتح بیت المقدس کے وقت ابن نجا اور موفق الدین بن قدامہ اور ان کے بھائی محمد صلاح الدین ایوبی کے ہمراہ تھے اور یہ تمام لوگ حضرت شیخ کے شاگرد تھے۔

ہندوستان میں جہاد کا پرچم شہاب الدین غوری نے بلند کیا۔ اس جہاد کے پیچھے بھی حضرت شیخ کے فیض یافتہ خواجہ معنی الدین چشتیؒ کی کوشش کارفرما تھی۔ حضرت خواجہ حضرت شیخ کے آخری سالوں میں بغداد پہنچے تھے اور وہیں سے لوٹ کر آپ نے ہندوستان کا سفر کیا تھا اور پھر اجمیر کو اپنا مرکز بنایا۔ یہ علاقہ اس وقت کفر و شرک کا بہت بڑا مرکز تھا۔ وہیں سے آپ نے شہاب الدین غوری کو ہندوستان پر حملے کی دعوت دی۔ آپ کے بعد آپ کے خلفا نے اپنی دعوتی اور تبلیغی کوششوں سے پورے ہندوستان کو نور اسلام سے منور کر دیا۔

یہ انہی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ حضرت شیخ کی زندگی ہی میں عیسائیوں کو شکستیں ہونے لگیں ور ان کے وصال کے چند سال کے بعد پورا عالم اسلام عیسائیوں کی یلغار کے مقابلے میں سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت شیخ کی وفات ۵۶۱ھ میں ہوئی اور اس کے تین چار سال بعد ہی سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے صلیبیوں کو شکست دے دی۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد شہاب الدین غوری نے ہندوستان میں بت پرستوں کو روند کر اسلام کا پرچم بلند کیا۔

حضرت شیخ کی تمام کرامتوں کو ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں آپ کی ان کوششوں کو جس کے نتیجے میں ہزاروں بھٹکے ہوئے راہ راست پر آ گئے اور گلشن اسلام میں دوبارہ بہار آ گئی۔ اسلام کے اصل عقائد اور تعلیمات واضح ہو گئیں امت مسلمہ عمل و جہاد کی طرف لوٹ آئی تو یقیناً یہی پلڑا بھاری ہوگا اور یہی آپ کی سب سے بڑی کرامت مانی جائے گی۔ لیکن آج حضرت شیخ کی دوسری کرامتوں کے مقابلے میں ان کی اس کرامت کا بہت کم لوگوں کو علم ہے۔

u u u

باب ۳: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت

حضرت شیخ کی طالب علمی کے حالات

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں علوم دین حاصل کرنے کے لیے آئے تھے اس لیے آپ نے اس پر بھرپور توجہ دی۔ آپ نے سب سے پہلے قرآن کریم حفظ کیا اور اس کے بعد دوسرے علوم کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے دینی تعلیم اس وقت کے بہت بڑے عالم قاضی ابوسعید مخرمی کے مدرسہ باب الازج میں حاصل کی۔ مختلف علوم میں آپ کے اساتذہ کرام کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

ادب: ادب کی تعلیم ابوزکریا تبریزی سے حاصل کی، جو خود متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔

علم حدیث: علم حدیث اس وقت کے بڑے بڑے محدثین سے حاصل کیا جن میں ابوغالب محمد بن احسن باقلانی، ابوبکر احمد بن مظفر، ابو قاسم علی بن بیان رزاز، ابومحمد جعفر بن احمد سراج، ابوسعید محمد بن خشیش، ابوطالب عبدالقادر بن محمد بن یوسف، میں ابو برکات طلحہ عاقولی، ابوغنائم محمد بن علی بن میمون خراصی، ابوطاہر عبدالرحمان بن محمد، ابومنصور عبدالرحمان قزاز، ابوالقاسم بن احمد بن بنان کرخی کے نام قابل ذکر ہیں۔

فقہ اور اصول فقہ: یہ فنون آپ نے شیخ ابوخطاب محفوظ کلوذانی، ابووفا علی بن عقیل حنبلی، ابوحسن محمد بن قاضی ابویعلی، محمد بن حسین بن محمد سراج، قاضی ابوسعید مخرمی سے حاصل کئے۔

آپ کا علم حاصل کرنے کا عرصہ ۴۸۸ھ سے لے کر ۵۲۱ھ تک کی تینتیس (۳۳) سال کی طویل مدت پر پھیلا ہوا ہے جس کے متعلق کچھ زیادہ معلومات نہیں ملتیں شاید اس لیے کہ اس دوران آپ کئی بار سلسلہ تعلیم چھوڑ کر بغداد کے ویرانوں اور کھنڈرات کی طرف چلے جاتے تھے یہاں تک کہ آپ کو عبدالقادر مجنون کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ طلب علم کی اس طویل مدت کے دوران میں آپ نے بے پناہ مشکلات کا سامنا کیا مگر ہمت نہ ہاری۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے ایسی ہولناک سختیاں جھیلی کہ اگر وہ پہاڑ پر گزرتیں تو پہاڑ بھی پھٹ جاتا۔ جب مصیبتوں کی ہر طرف سے مجھ پر یلغار ہو جاتی تھی تو میں ویرانوں کی طرف نکل جاتا تھا اور شور پکار کرنے لگتا تھا۔

اس طرح کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ایک دن ویرانے میں میرے شور اور پکار کو سن کر علاقے کے ڈاکو گھبرائے ہوئے آئے مجھے پہچان کر کہنے لگے: ''یہ تو عبدالقادر دیوانہ ہے۔تو نے ہمیں ڈرا دیا۔''

بعض اوقات یہ سختیاں جب برداشت سے باہر ہو جاتیں تو تنگ آ کر زمین پر لیٹ جاتا اور اس آیت کا ورد شروع کر دیتا:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا، اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ (الانشراح ۵،۶)

ترجمہ: بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔

ابوبکر تمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ قیام بغداد کے دوران مجھ پر ایک ایسا سخت وقت گزرا کہ میں نے چند روز تک کچھ نہیں کھایا حتی کے بھوک سے ایک دن دریا کے کنارے آیا تا کہ گری پڑی گھاس پھوس سے ہی پیٹ بھر لوں لیکن جس جگہ پہنچا وہاں مجھ سے بھی پہلے کچھ لوگ پہنچے ہوئے تھے۔میں نے یہ سمجھ کر کہ شاید یہ کوئی درویشوں کی جماعت ہے واپس ہو گیا اور اسی کیفیت میں شہر کی ایک مسجد کے اندر پہنچا جو ایک بازار میں تھی۔اس وقت میں بھوک سے نڈھال تھا۔مگر کسی سے سوال بھی میرے لئے ممکن نہیں تھا اور مجھے یوں لگا کہ میری موت واقع ہو جائے گی۔اس وقت ایک عجمی نوجوان روٹی اور بھنا گوشت لے کر مسجد میں داخل ہوا اور کھانے بیٹھ گیا۔اس کو دیکھ کر بھوک کی شدت سے میرا منہ بار بار کھل جاتا تھا حتی کہ میں نے خود کو ملامت کر کے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ رب العالمین تیرے حال سے واقف ہے اور زیادہ سے زیادہ موت ہی تو واقع ہو سکتی ہے۔یکا یک نوجوان نے مجھے مخاطب کر کے کہا: ''آیئے بسم اللہ کیجیے۔'' لیکن میں نے انکار کر دیا۔ پھر جب اس نے بہت اصرار کیا تو مجبوراً کھانے میں شریک ہو گیا۔

جب میں نے اس شخص کے بارے میں معلوم کیا تو اس نے بتایا کہ میں جیلان کا رہنے والا ہوں اور عبدالقادر کی تلاش میں آیا ہوں۔میں نے اس کو بتایا کہ میں ہی عبدالقادر ہوں تو اس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا اور اس نے کہا کہ اللہ کی قسم جس وقت میں آپ کی تلاش میں بغداد پہنچا ہوں تو میرے پاس

صرف تین دن کا سفر خرچ رہ گیا تھا جب کسی طرح آپ کا پتہ معلوم نہ ہو سکا اور میرے اوپر تین دن ایسے گزر گئے کہ میرے پاس کھانا خریدنے کو بھی سوائے اس رقم کے جو آپ کے لیے میرے پاس تھی کچھ باقی نہ رہا اور مزید تین دن گزرنے کے بعد میری حالت ایسی ہو گئی کہ جہاں شریعت مردار تک کھانے کی اجازت دے دیتی ہے تو میں نے آپ کی رقم میں سے یہ روٹی سالن خرید لیا ہے۔ لہذا یہ آپ ہی کا مال ہے۔ خوب اچھی طرح کھایئے اور مجھے اپنا مہمان سمجھئے اور جب میں نے اس سے پوچھا کہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ آپ کی والدہ نے میرے ذریعے آٹھ دینار بھجوائے تھے جس سے میں نے یہ روٹی سالن خرید لیا اور اس خیانت کے لیے آپ سے معذرت خواہ ہوں۔

آپ نے ایک واقعہ اس طرح بیان فرمایا کہ فصل کٹنے کے زمانے میں بغداد کے طالب علموں کی ایک جماعت دیہاتوں میں جا کر غلہ وغیرہ طلب کیا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں بھی ان کے ہمراہ چلا گیا۔ لیکن وہاں ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ حق کا ارادہ کرنے والے اور صالح لوگ کسی سے کچھ طلب نہیں کرتے۔ یہ کہہ کر مجھے سوال کرنے سے روک دیا۔ اس کے بعد میں کچھ طلب کرنے نہیں گیا۔

تزکیہ باطن

دینی علوم حاصل کرنے کے بعد آپ نے حضرت حماد بن مسلم دباس کی خدمت میں رہ کر طریقت و سلوک کی راہیں طے کیں جو کہ اصل ترتیب ہے۔ حضرت شیخ کے اپنے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

> ''مخلوق سے کنارہ کشی سے قبل علم فقہ حاصل کرو کیونکہ جو شخص علم کے بغیر عبادت کرتا ہے وہ اصلاح سے زیادہ فساد میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ شمع شریعت اپنے ہمراہ لے کر علم کی روشنی میں عمل کرو۔ پھر اللہ تمہیں علم لدنی کا وارث بنا دے گا۔''		(قلائد الجواہر)

الفتح الربانی کی مجلس ۴۷ میں فرماتے ہیں:

> ''تیرے لیے علم و تدریس میں داخل ہونا ضروری ہے اس کے بعد عمل کا نمبر ہے اور پھر اخلاص کا۔''

حضرت شیخ کے نزدیک اس ترتیب کی اس قدر اہمیت ہے کہ اپنے وعظوں میں اس کا کئی بار ذکر کیا ہے۔ مثلاً

دیکھئے الفتح الربانی مجلس ۱۲، ۴۵، ۴۹، ۳۷ وغیرہ۔

حضرت جنید بغدادیؒ سے بھی اسی طرح کی ایک بات منقول ہے۔ ان کا قول ہے: ''تصوف پورا کا پورا اللہ کی کتاب اور نبی کی سنت پر مبنی ہے۔ پس جو قرآن کا علم نہ رکھتا ہو اور حدیث سے واقف نہ ہو تو اس راہ تصوف میں اس کا اتباع نہ کیا جائے۔''

درحقیقت یہ بہت اہم اصول ہے اسی لیے کتابوں میں لکھا ہے کہ صحبت ایسے شیخ کی اختیار کرنی چاہیے جو بقدر ضرورت علم دین رکھتا ہو اور عقائد، اعمال اور اخلاق میں شریعت کا پابند ہو۔

عالم کی فضیلت عابد پر کیسی ہے اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری تم میں سے معمولی آدمی پر۔ (ترمذی)

حضرت شیخ کے مرشد حضرت حماد بن مسلم دباس نے آپ کی تربیت کے دوران بہت سخت امتحانات سے گزارا۔ خود حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ جب میں کبھی شیخ دباس کے پاس ہوتا تو آپ مجھ سے فرماتے تو ہمارے پاس کیا لینے آیا ہے تو فقیہ ہے اہل فقہ کے پاس جایا کر مگر میں خاموش رہتا تھا۔ ایک اور واقعہ میں حضرت شیخ اپنے مرشد کے ساتھ جمعہ کی نماز کے لیے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک پل پر سے گزر ہوا جو نہر دجلہ کے اوپر تھا تو ان کے مرشد نے انہیں پانی میں دھکا دے دیا۔ اس وقت سخت سردی کا موسم تھا لیکن حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے غسل جمعہ کی نیت کر لی۔ ان کے ساتھی انہیں وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ حضرت شیخ نے نہر سے نکل کر اپنے کپڑے نچوڑے اور اپنے مرشد کے پیچھے چل پڑے۔ اس واقعہ سے جہاں حضرت شیخ کا اپنے مرشد سے تعلق کا اظہار ہوتا ہے وہیں یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ حضرت شیخ تزکیہ نفس کی راہ پر آنے سے پہلے مفتی اور فقیہ بن چکے تھے۔

ایک اور واقعہ میں حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں حضرت دباس کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا کہ آج ہمارے پاس بہت سی روٹیاں آئیں لیکن ہم نے سب کھا لیں اور تمہارے لیے کچھ نہیں بچا۔ حضرت دباس کا حضرت شیخ کے ساتھ یہ معاملہ دیکھ کر ان کے دیگر مرید بھی انہیں تکلیفیں پہنچانے لگے۔ وہ بار بار کہتے کہ تم تو فقیہ ہو تمھارا ہمارے پاس کیا کام۔ جب حضرت دباس کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے

مریدوں سے فرمایا کہ تم اس کو تکلیف کیوں پہنچاتے ہو۔ خدا کی قسم تم میں سے کوئی ایک بھی اس کے مقام کا نہیں ہے۔ میں تو صرف امتحان کے طور پر اس کو اذیت پہنچاتا ہوں۔ لیکن میں نے اس کو ایسا پہاڑ پایا جس میں ذرا حرکت نہیں ہے۔

تدریسی زندگی کا آغاز

۵۲۸ھ میں حضرت شیخ کے استاد اور مرشد قاضی ابو سعید مخرمی کا قائم کردہ مدرسہ حضرت شیخ کے حوالے کیا گیا جس میں انہوں نے مختلف تیرہ علوم و فنون کی تدریس کا کام سنبھالا۔ اس سلسلے میں نحو، تفسیر، حدیث، اصول فقہ، حنبلی فقہ جس میں اختلاف مذاہب بھی شامل ہے قابل ذکر ہیں۔

آپ نے جب مدرسے میں درس شروع فرمایا تو طلبا کی تعداد کچھ زیادہ نہیں تھی لیکن آپ کی وسعت علم کی شہرت بہت جلد بغداد اور اس سے باہر پہنچ گئی اور دور دراز کے طلبا جوق در جوق آپ کے درس میں شریک ہونے لگے اور حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ مدرسہ تنگ پڑ گیا اور اس کو وسیع کرنے کی نوبت آ گئی۔ جب مدرسے کی توسیع کا کام پورا ہو گیا اس وقت اس مدرسے کا نام مدرسہ باب الازج کے بجائے مدرسہ قادریہ ہو گیا اور اس کی شہرت سارے عالم میں پھیل گئی۔

u u u

باب ۴: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے عام حالات زندگی

شخصیت و معمولات

آپ نازک بدن اور درمیانہ قد تھے۔ رنگ گندمی تھا۔ سینہ کشادہ تھا، بھویں ملی ہوئی تھیں، داڑھی طویل اور گنجان تھی، آواز بلند تھی۔

آپ ہفتے میں تین مرتبہ عوامی مجلس سے خطاب فرمایا کرتے تھے اور ہر روز صبح اور شام کے وقت آپ تفسیر، حدیث اور سنت نبوی کا درس دیا کرتے تھے۔ ن کے ابتدائی حصے میں تفسیر اور حدیث و اصول فقہ کی تعلیم دیتے اور ظہر کے بعد قرات کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد آپ فتوے کا کام انجام دیا کرتے تھے۔ دور دراز کے شہروں اور ملکوں سے جو کچھ سوالات آپ کی خدمت میں آیا کرتے تھے ان کے جوابات تحریر فرماتے تھے۔ آپ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ دونوں کے مسلک پر فتوی دیا کرتے تھے۔

آپ کی ذات مستجاب الدعوات، رقیق القلب اور علم دوست تھی۔ ایک طرف آپ روحانی علوم کے حامل، عارف باللہ اور باکمال صوفی نظر آتے ہیں تو دوسری طرف سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پابند، فقہ و حدیث کے استاد، مفتی، مصنف، مصلح اور مبلغ کی حیثیت سے بھی آپ نمایاں ہیں۔

سید ہونے کی وجہ سے صدقہ لینا آپ کے لیے جائز نہیں تھا۔ ہدیہ بھی بہت مشکل سے قبول کرتے تھے کیوں کہ ہدیہ دینے والے کو اس بات کا ثبوت پیش کرنا ہوتا تھا کہ اس کا مال حلال طریقے سے کمایا ہوا ہے۔ حضرت شیخ کے پاس جب کوئی ہدیہ آتا تو آپ سب کا سب یا اس کا کچھ حصہ حاضرین مجلس میں تقسیم فرما دیتے اور ہدیہ بھیجنے والے کے پاس بطور اظہار تشکر خود بھی ہدیہ بھیجتے تھے۔　　(قلائد الجواہر)

آپ کے پاس زمین کا ایک ٹکڑا تھا جس میں آپ دیہاتیوں سے کاشت کرواتے۔ آپ کے بعض اصحاب اناج پیس کر چار پانچ روٹیاں تیار کر دیتے پھر آپ ان روٹیوں میں سے ایک ایک ٹکڑا حاضرین مجلس میں تقسیم فرما دیتے اور جو کچھ باقی بچتا اس کو اپنے لیے رکھ لیتے۔ (قلائد الجواہر)

آپ علما کے شایان شان لباس پہنتے تھے جو پر تکلف ہوتا تھا (قلائد الجواہر)۔ خود حضرت شیخ کا قول ہے:

''اے دنیا بھر کے اہل مملکت و شاہان و سلاطین و حکام! میرے گھر میں اندر بہت سے کپڑے لٹکے ہوئے ہیں جس لباس کا جی کرتا ہے پہن لیتا ہوں۔'' (ملفوظات شیخ)

اپنی تمام تر عبادات اور مجاہدوں کے باوجود آپ بیوی بچوں کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ آپ فرماتے تھے جو شخص حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں راہوں پر گامزن رہتا ہے وہ بہ نسبت دوسرے لوگوں کے مکمل اور جامع ہوتا ہے۔ کیونکہ یہی صفت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تھی۔ (قلائد الجواہر)

حضرت شیخ کے پاس عراق کے مختلف علاقوں سے کثیر تعداد میں فتوی آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بغداد میں ایک فتوی آیا جو تمام علمائے عراق کے سامنے پیش ہوا تھا لیکن کوئی بھی عالم اس کا مناسب جواب دینے سے قاصر رہا تھا۔ مسئلہ یوں تھا کہ اگر کسی شخص نے یہ قسم کھالی کہ وہ ایسی عبادت کرے گا جس میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہ ہو اور اگر وہ ایسا نہ کرسکا تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ جب یہ فتوی دوسرے تمام علما کے پاس سے ہوتا ہوا حضرت شیخ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے فوری طور پر جواب دیا کہ کچھ دیر کے لیے مطاف کعبہ خالی کرایا جائے اور مذکورہ شخص اس میں طواف کرے۔ اس طرح اس کی قسم پوری ہو جائے گی۔

ایک اور فتوی کی روداد اس طرح سے ہے:

''حکایت کے طور پر نقل کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ کے زمانے میں کسی شخص نے اپنی بیوی کے لیے طلاق کی قسم کے ساتھ کہا کہ میں بایزید بسطامیؒ سے افضل ہوں اور جب علمائے عراق سے فتوی طلب کیا گیا تو کسی نے بھی فتوی کا جواب نہیں دیا۔ جب وہ شخص زیادہ پریشان ہوا تو لوگوں نے اس کو شیخ عبدالقادر جیلانی کے پاس جانے کو کہا۔ چنانچہ اس نے آپ کے پاس آکر پورا واقعہ بیان کیا اور معلوم کیا کہ میں اپنی بیوی کو الگ کردوں یا ساتھ رکھوں؟ آپ نے ڈانٹ کر فرمایا: ''ساتھ رکھو کیونکہ تم بایزید بسطامیؒ پر فضیلت اور سبقت اس اعتبار سے رکھتے ہو کہ تم نے فتوی کا علم حاصل

کیا اور وہ مفتی نہیں تھے۔تم نے نکاح کیا اور ان کا نکاح نہیں ہوا،تم اپنی اولاد کے رزق کا خیال رکھتے ہو اور وہ اس سے محروم تھے۔'' (قلائد الجواہر)

حضرت شیخ بادشاہوں سے کبھی نہیں ملتے تھے مگر بادشاہ بڑے اصرار سے حاضری کی درخواست کرتے تھے۔ان کے آنے سے پہلے حضرت مکان کے اندر تشریف لے جاتے تھے اور جب بادشاہ آ کر بیٹھ جاتا تب آپ مجلس میں تشریف لاتے تاکہ بادشاہ کی تعظیم کی خاطر نہ اٹھنا پڑے۔آپ ان کے مال کو بھی جائز اور حلال نہ سمجھتے تھے بلکہ آپ ان کو بیت المال میں خیانت کرنے والا سمجھتے تھے۔

آپ برسرِ منبر معاشرے کے بھٹکے ہوئے افراد کی اصلاح کی کوشش فرماتے رہتے اور بعض اوقات سخت گرفت فرماتے تھے اور اس میں کسی سے خوف نہ کھاتے تھے۔آپ فرماتے تھے:

''میں تم سے حق بات کہہ رہا ہوں اور نہ تم سے ڈرتا ہوں اور نہ امید رکھتا ہوں۔تم اور ساری زمین کے لوگ میرے نزدیک مچھر اور چیونٹی جیسے کمزور ہیں۔کیونکہ میں نفع اور نقصان سب حق تعالیٰ ہی کی طرف سے سمجھتا ہوں۔'' (الفتح الربانی مجلس ۵۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ظالم حکمران کے سامنے حق بات کہنا۔''(نسائی)۔چنانچہ جب عباسی خلیفہ المقتفی بامر اللہ نے ایک ظالم ابو الوفا جو ابن مرجم کے نام سے مشہور تھا کو گورنر مقرر کیا تو اسی فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں جناب شیخ نے منبر پر خلیفہ کو یوں مخاطب کیا:

''آج تو نے جس ظالم کو مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار مقرر کیا ہے کل قیامت کے دن اس تقرر کے بارے میں کیا جواب دے گا؟''

یہ خطاب سن کر خلیفہ لرز گیا اور فوراً ابن مرجم کی برطرفی کا حکم جاری کیا۔ (قلائد الجواہر)

معاشرے کے مختلف طبقوں کو خطاب کرتے ہوئے حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''اے بادشاہو! اے غلامو! اے ظالمو! اے منصفو! اور اے مخلصو! دنیا ایک محدود وقت کے لیے ہے اور آخرت لامحدود مدت کے لیے۔اپنے مجاہدے اور زہد سے اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو چھوڑ کر

اپنے رب کے غیر سے اپنے دل کو پاک صاف بناؤ۔'' (الفتح الربانی مجلس ۵۱)

جلاء الخواطر کی مجلس نمبر ۲۹ میں ارشاد فرماتے ہیں:

''تم اپنے محل کے اردگرد کے پہریدار سے اس سے زیادہ ڈرتے ہو جتنا کہ تم اپنے رب جلیل سے ڈرتے ہو۔ تم ان کو مال دیتے ہو اور ان کے لیے تحفے بھیجتے ہو۔ اس لیے کہ وہ تمہارے گھر کی خرابی اور تمہاری مہربانی سے مطلع ہیں۔''

جلاء الخواطر کی چھٹی مجلس میں فرماتے ہیں:

''اے منافق یہ مرتبہ تمہیں اپنے نفاق اور ریاکاری سے کب ہاتھ آ سکتا ہے۔ تم تو اپنی مقبولیت لوگوں میں دیکھنا چاہتے ہو۔ اپنے ہاتھوں کو چومتے چماتے دیکھنا چاہتے ہو۔ تم اپنے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں منحوس ہو اور اپنے مریدوں کے لیے بھی جو تمہارے زیرتربیت ہیں۔ تم ریاکار ہو، جھوٹے ہو، لوگوں کا مال اڑانے والے ہو۔ جب غبار چھٹے گا تو دیکھو گے کہ گھوڑے پر سوار ہو یا گدھے پر۔''

بے علم صوفیوں سے خطاب فرماتے ہوئے جلاء الخواطر مجلس ۴۵ میں فرماتے ہیں:

''اے گھروں اور خانقاہوں میں نفس، طبیعت، خواہش نفسانی اور علم کی کمی کے ساتھ بیٹھنے والو! تم پر لازم ہے کہ علم پر عمل کرنے والے شیوخ کی صحبت اختیار کرو۔ تم میں سے بہت سارے حرص اور لالچ کا شکار ہیں۔ اپنی خانقاہوں میں بیٹھے مخلوق کی پوجا کرتے ہو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

جو شخص دین کا علم غیر اللہ کے لیے سیکھے وہ اپنے اس ٹھکانے میں ٹھہرنے کے لیے تیار ہو جائے جو دوزخ میں ہے۔ (ترمذی)

ایسے ہی بے عمل عالموں سے خطاب فرماتے ہوئے حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''تمہارے علوم کتنے زیادہ ہیں اور تمہارے اعمال کتنے کم۔ تم نے علم کو اپنے نصیبہ کی حفاظت کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ اور کہانیاں اور واقعات کا اضافہ کر دیا ہے۔ یہ بات تمہیں فائدہ نہ دے گی۔ اتنی

اور اتنی حدیثیں یاد کرتا ہے اور ان میں سے ایک حرف پر بھی عمل نہیں کرتا۔''

(جلاء الخواطر مجلس ۳۸)

حضرت شیخ کے بارے میں بعض اکابر امت کی رائے

تمام مشائخ کرام کا آپ کی فضیلت پر اتفاق ہے۔

حضرت شیخ کے متعلق شیخ معمر بیان کرتے ہیں:

''میری آنکھوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے سوا کسی کو اتنا خوش اخلاق، وسیع القلب، کریم النفس، مہربان، وعدوں اور دوستی کا نبھانے والا نہیں دیکھا۔لیکن اتنے بلند مرتبت اور وسیع العلم ہونے کے باوجود چھوٹوں کو شفقت سے بٹھاتے، بزرگوں کا احترام کرتے، سلام میں پہل کرتے اور درویشوں کے ساتھ حلم اور تواضع سے پیش آتے۔کبھی کسی حاکم یا بڑے آدمی کے لیے کھڑے نہ ہوتے نہ کبھی بادشاہ یا وزیر کے دروازے پر جاتے۔''　　　　(قلائد الجواہر)

شیخ علی بن ادریس یعقوبی بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے شیخ علی بن الہیتی سے حضرت شیخ کے طرز عمل کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا:

''ان کا طرز عمل اللہ کی موافقت و سپردگی تھا۔ان کا طریقہ خالص توحید تھا۔اور ان کا باطن حضوری کی وجہ سے مکمل توحید بن چکا تھا۔ان کو عبودیت کا وہ مقام حاصل تھا جہاں خدائے واحد کے سوا کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔ان کی عبودیت پوری طرح ربوبیت سے مدد حاصل کرتی تھی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مصاحبت وقرب سے کبھی جدا نہ ہونے کی وجہ سے بہت بلند مراتب حاصل کیے اور ان کے حصول کی وجہ آداب شریعت کو ملحوظ رکھنا ہے۔آپ قضا وقدر کے فیصلوں پر بالکل ساکت رہتے اور قلب و روح کو قضا وقدر کے فیصلوں پر راضی رہنے والا بنا چکے تھے۔آپ کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔غیوبیت کا ایسا عالم طاری رہتا کہ نفسانی خواہشات سے جدا ہو کر سود و زیاں اور قرب و بعد سے یکسر بے گانہ ہو چکے تھے۔آپ کے قول وفعل میں یگانگت تھی، اخلاص وتسلیم آپ سے ہم کنار تھے اور اللہ کے ساتھ ثابت قدم رہ کر اپنی واردات قلبی اور اپنے احوال کو ہر لحہ کتاب وسنت کے

سانچے میں ڈھالے رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے وابستگی کا یہ عالم تھا کہ فنا فی اللہ ہو کر رہ گئے تھے۔ بڑے بڑے متقدمین اولیا آپ کے مقابلے میں کمزور معلوم ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تحقیق و تدقیق کے سلسلے میں آپ کا مقام بہت بلند کر دیا تھا۔'' (قلائد الجواہر)

حضرت شیخ کے متعلق شیخ الاسلام شہاب الدین حجر سے سوال کیا گیا کہ کیا شیخ عبد القادر جیلانی سماع (قوالی) میں شریک ہوتے تھے اور کیا سماع میں فقرا دف یا دوسرے سازوں کا استعمال کرتے تھے؟ کیا شیخ نے کبھی سماع کے مباح یا حرام ہونے کے متعلق بھی کچھ فرمایا ہے؟

شیخ الاسلام نے جواب دیا:

''جہاں تک ہمارے پاس شیخ کے صحیح حالات پہنچے ہیں وہ تو یہ ہیں کہ آپ فقیہ و زاہد اور عابد و واعظ تھے اور لوگوں کو زہد اختیار کرنے اور توبہ کرنے کا درس دیتے تھے۔ گناہ کی سزا سے لوگوں کو ڈراتے تھے۔ بے شمار لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ آپ سے اس کثرت کے ساتھ کرامتیں منقول ہیں کہ آپ کے زمانے یا آپ کے بعد آنے والے اولیا سے منقول نہیں لیکن ہمیں مزامیر (موسیقی کے آلات) کے ذریعے سماع میں ان کی شرکت کا علم نہیں ہے۔'' (قلائد الجواہر)

لیکن غنیۃ الطالبین میں حضرت شیخ نے اپنا نقطہ نظر واضح فرما دیا ہے۔ حضرت شیخ لکھتے ہیں:

''سماع، قوالی مزامیر اور رقص کو ہم جائز نہیں جانتے۔''

علامہ ابوالحسن مقری بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد موفق الدین بن قدامہ سے سنا:

''جب میں بغداد میں داخل ہوا تو یہ وہ دور تھا جب شیخ عبدالقادر جیلانی علم وفضل، حال و قال کی انتہائی منزل پر تھے۔ کسی طالب علم کو دوسرے علما کے پاس جانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ آپ کی ذات سرچشمہ علوم و فیض تھی۔ آپ کا طرز عمل طالب علموں کے ساتھ بہت اچھا تھا۔ آپ صبر و تحمل اور وسیع النظری سے کام لیتے اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ ان اخلاق کے حامل تھے کہ آپ کے بعد دوسرا کوئی شخص میری نظروں سے نہیں گزرا۔ آپ اکثر خاموش رہتے۔ لیکن جب گفتگو فرماتے تو لوگوں کے ظاہری اور باطنی حالات پر اظہار خیال فرماتے۔ نماز جمعہ یا خانقاہ جانے کے علاوہ

کبھی مدرسے سے باہر نہ نکلتے۔ اہل بغداد کی بہت بڑی تعداد نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے بھی آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔'' (قلائد الجواہر)

انہی موفق الدین کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت شیخ کے بالکل آخری ایام میں ان سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ آپ ان سے بہت شفقت سے پیش آئے۔ انہوں نے حضرت شیخ سے بعض کتابیں پڑھیں اسی قیام کے دوران حضرت شیخ کا انتقال ہو گیا۔ (قلائد الجواہر)

شیخ الاسلام عزالدین فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ نہایت درجہ حساس تھے اور شریعت پر سختی سے عمل پیرا تھے اور ان کی طرف تمام لوگوں کو متوجہ کرتے رہتے تھے۔ مخالفین شریعت سے ہمیشہ اظہار تنفر کرتے۔

(قلائد الجواہر)

حافظ زین الدین نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ وقت، علامۃ الدہر، قدوۃ العارفین، سلطان المشائخ اور سردار اہل طریقت تھے۔ آپ کو مخلوق میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اہلسنت کو آپ کی ذات سے بڑی قوت حاصل ہوئی اور بدعتیوں کو ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ (قلائد الجواہر)

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ آپ نے بغداد آنے کے بعد حدیث کی سماعت کی۔ پھر فقہ، علوم حقائق اور فن خطابت میں مہارت حاصل کی۔ آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے علاوہ اکثر خاموش رہتے۔ آپ کا زہد و تقوی اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ خوارق و کرامات و مکاشفات کا اکثر ظہور ہوتا تھا۔ آپ برسر منبر ظالم امیروں اور سلطنت کے اہل کاروں پر گرفت فرماتے اور اللہ کی راہ پر عمل میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی ذرا پرواہ نہ کرتے۔ آپ کی صحبت میں بیٹھنے والا ہر فرد یہی محسوس کرتا کہ سب سے زائد شفقت آپ کی اسی پر ہے۔ غیر حاضر لوگوں کے حالات دریافت فرماتے۔ دوستی کو نبھاتے، لوگوں کی غلطیاں معاف فرماتے اور یہ جانتے ہوئے کہ اس شخص نے جھوٹی قسم کھائی ہے اس کی قسم کا یقین کر لیتے۔

(قلائد الجواہر)

حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ نے بھی جامعہ نظامیہ بغداد ہی میں تعلیم حاصل کی جہاں حضرت شیخ مدرس رہے تھے۔ شیخ سعدی کی ولادت حضرت شیخ کی وفات سے ۱۴ سال بعد کی ہے۔ اپنی مشہور تصنیف گلستان

میں حضرت شیخ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

''لوگوں نے عبدالقادر جیلانی کو کعبہ میں دیکھا کہ کنکریوں پر چہرہ رکھے ہوئے عرض کر رہے تھے: اے مالک بخش دے اور اگر میں مستحق سزا ہوں تو قیامت میں مجھے نابینا اٹھانا تا کہ نیک لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔'' (بحوالہ فیوض غوث یزدانی ترجمہ الفتح الربانی)

آپ خود بھی اپنے مواعظ میں بار بار اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار فرماتے تھے۔ مثلاً الفتح الربانی کی مجلس ۵۱ میں فرماتے ہیں:

''بارالہا! میں تو گونگا بنا ہوا تھا پس تو نے ہی مجھے بلوایا لہذا میرے بولنے سے مخلوق کو نفع بخش اور میرے ہاتھوں ان کی درستی کامل فرما دے ورنہ مجھے پھر اسی گونگے پن کی طرف لوٹا دے۔''

الفتح الربانی مجلس ۶۲ میں فرماتے ہیں:

''یا اللہ! ہمارے ساتھ بھی سلامتی کا معاملہ فرما اگرچہ ہم مستحق نہیں۔ ہمارے ساتھ اپنے کرم کا برتاؤ فرما۔ ہماری جانچ مت کر نہ ہم کو اوجھل کر اور نہ مقام امتحان میں کھڑا کر۔''

یہی عبدیت اور عاجزی بندگی کا حاصل ہے جو ہزاروں کرامتوں سے بڑھ کر ہے۔ اسی سے راہ کھلتی ہے اور بندہ اپنے رب کا قرب حاصل کرتا ہے۔ یہ عبدیت اتنا بڑا مقام ہے کہ جنت میں داخلے سے پہلے اللہ اپنے نیک بندوں کو اپنے عبد ہونے کا اعزاز بخشیں گے۔ قرآن پاک میں میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْO وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْO (الفجر- ۲۹،۳۰)

ترجمہ: تو میرے بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔

میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے

حضرت شیخ سے ایک جملہ منسوب ہے کہ: ''میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔'' شیخ الاسلام شہاب الدین احمد عسقلانیؒ سے جس وقت یہ پوچھا گیا کہ حضرت شیخ کے اس قول کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے کہا:

''اس کا ظاہری مفہوم تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سے ایسی کرامتیں ظاہر ہوں گی جن کا سوائے

حاسدین اور مخالفوں کے اور کوئی انکار نہ کر سکے گا۔''　　　　(قلائد الجواہر)

''بعض حضرات قدم سے مجازی معنی مراد لیتے ہیں اور ادب کا تقاضا بھی یہی ہے۔لہذا قدم سے مراد طریقہ بیان کیا ہے۔اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس طرح بزرگوں کا احترام بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔دوسرے یہ کہ ایسے عظیم عالم، عارف کامل کے قول کو فصاحت و بلاغت کے اعلی نمونے پر خیال نہ کرنا انصاف کے تقاضے کے خلاف ہے۔لہذا حضرت کے مقام کے مطابق یہی مطلب زیادہ دلنشیں ہے۔باقی پوشیدہ مفہوم کا علم تو عالم الغیب حق سبحانہ تعالیٰ ہی کو ہے۔'' (قلائد الجواہر)

اس کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس قول سے آپ کی عظمت وتکریم مقصود ہے۔

(قلائد الجواہر)

وصال

آپ کا وصال ربیع الثانی ۵۶۱ھ میں نوے (۹۰) سال کی عمر میں ہوا۔البتہ تاریخ کے بارے میں مورخین میں اختلاف ہے۔بعض ۱۰ ربیع الثانی بتاتے ہیں اور بعض ۱۱ ربیع الثانی۔وصال سے پہلے ایک دن رات آپ کی طبیعت ناساز رہی۔کہا جاتا ہے کہ اس کے علاوہ حضرت شیخ کبھی بیمار نہیں ہوئے۔

آپ کے بیٹوں نے غسل دیا اور آپ کے بیٹے عبدالوہاب نے نماز جنازہ پڑھائی۔نماز جنازہ رات کے وقت مدرسے ہی میں ادا کی گئی۔اس موقع پر آپ کے شاگرد، مرید اور عقیدت مند بڑی تعداد میں موجود تھے۔اسی رات مدرسہ ہی میں آپ کو دفن کیا گیا۔

گیارہویں شریف

ایک عمل جو حضرت شیخ کی ذات سے وابستہ ہے وہ گیارہویں شریف ہے۔گیارہویں شریف دراصل حضرت شیخ کے لیے ایصال ثواب کرنے کا نام ہے۔اہلسنت کے نزدیک ایصال ثواب کے لیے کوئی خاص تاریخ ضروری نہیں، یعنی یہ ضروری نہیں کہ گیارہویں شریف گیارہ تاریخ ہی کو ہو گی ورنہ نہیں۔جب بھی ایصال ثواب کیا جائے جائز ہے۔اس صورت میں بھی اسے گیارہویں شریف ہی کہا جاتا ہے۔رہا کسی خاص دن کو مقرر کرنا تو یہ سہولت کی خاطر کیا جاتا ہے نہ کہ دینی تقاضا سمجھ کر۔اسی طرح ایصال ثواب کا کوئی

خاص طریقہ بھی مقرر نہیں۔ ہر نیک کام کا اجر و ثواب بخشا جا سکتا ہے۔

u u u

باب ۵: تصوف پر ایک مضمون

تصوف یا تزکیہ باطن کی اہمیت

اسلام کی تمام تعلیمات کا سرچشمہ قرآن و سنت ہیں جس کی تعلیم مجلس نبوی میں دی جاتی تھی۔ چونکہ اسلام کے ابتدائی دور میں اہل اسلام اپنے اصلی مرکز میں موجود تھے جن کی تعداد بھی اس وقت اتنی زیادہ نہ تھی جتنی بعد میں ہوگئی اسی لیے درس گاہ محمدی میں تمام علوم یعنی تفسیر، حدیث، فقہ اور تزکیہ باطن کی تعلیم دی جاتی تھی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی مفسر تھے، وہی محدث تھے، وہی فقیہ تھے اور وہی مرشد بھی تھے۔ آنے والے دور میں جب اسلام جزیرہ عرب سے نکلا اور ایک عالمی حیثیت اختیار کر گیا تو اس کی تعلیمات کو علمائے دین نے الگ الگ شعبوں میں بانٹ دیا۔ قرآن پاک کی تفسیر بیان کرنے والے مفسر کہلائے، حدیث کی خدمت کرنے والے محدث کہلائے اور جو فتوی اور فقہ کے کام میں لگے ان کو فقیہ کہا جانے لگا۔ اسی طرح تزکیہ باطن اور اصلاح نفس کے کام کو لے کر چلنے والے صوفیا کہلائے۔ اور اس علم کو تصوف یا طریقت کہا جانے لگا۔ اسی کو قرآن و حدیث میں تزکیہ اور احسان کا نام دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَاo (الشمس-۹) یعنی بے شک جس نے نفس کو پاک کیا وہ کامیاب رہا اور جس نے اس میلا کیا وہ ناکام رہا۔ اسی طرح فرمایا: يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍo (الشعراء- ۸۹، ۸۸) یعنی اس دن نہ مال کام آئے گا نہ اولاد مگر جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس پاک دل لے کر آیا۔ پہلی آیت میں تزکیہ باطن کو فلاح کا سبب اور دوسری میں سلامتی قلب کو آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ اسی پاکی اور اصلاح قلب کا نام اصطلاح اور عرف میں تصوف ہے۔

جس طرح قرآن مجید میں ظاہری اعمال جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ کا حکم موجود ہے اسی طرح باطنی اعمال کا بھی حکم ہے۔ جس طرح قرآن مجید میں کئی بار وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ آتا ہے

اسی طرح یآیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوا یعنی اے ایمان والو! صبر کرو، اور وَاشْکُرُوا لِلّٰہِ یعنی اللہ کا شکر بجا لاؤ بھی موجود ہے۔اگر ایک مقام پر کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامَ اور لِلّٰہ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتَ میں مسلمان پر روزے اور حج فرض ہونے کا ذکر ہے تو دوسرے مقام پر وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَشَدَّ حُبًّا لِلّٰہِ میں مسلمان کا محبت الٰہی میں سرگرداں ہونے کا ذکر موجود ہے۔جہاں اِذَا قَامُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی میں نماز میں سستی منافقوں کی علامت بتائی گئی ہے اسی کے ساتھ ہی یُرَآءُ وْنَ النَّاسَ کے ذریعے ریا کاری کی برائی بھی موجود ہے۔

اگر ظاہری اعمال کی مثال بدن کی طرح ہے تو باطنی اعمال کی مثال روح کی سی ہے۔گویا تزکیہ باطن یا تصوف دین کی روح ہے جس کا کام نفس کو رذائل یعنی برے اخلاق جیسے شہوت، غضب، حسد، حب دنیا، حب جاہ، بخل، حرص، ریا، عجب، غرور سے پاک کرنا اور فضائل یعنی پسندیدہ اخلاق جیسے توبہ، صبر، شکر، خوف، رجا، زہد، توحید، توکل، محبت، شوق، اخلاص، صدق، زبان کی حفاظت، مراقبہ، محاسبہ وتفکر سے آراستہ کرنا ہے۔تا کہ توجہ الی اللہ یعنی مقام احسان پیدا ہوجائے جس کی طرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشہور حدیث جبرئیل میں اشارہ فرمایا ہے۔اس میں جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ احسان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(احسان یہ ہے کہ) تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا نہ کرسکو تو پھر (یہ دھیان رکھو کہ) وہ تو تمھیں دیکھ رہا ہے۔ (صحیح بخاری)

دین اسلام میں عبادت صرف نماز، حج، روزہ اور زکوٰۃ کا نام نہیں بلکہ مسلمان کا ہر وہ کام جو وہ اللہ کی رضا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر کرتا ہے وہ اس کے حق میں اجر وثواب کا ذریعہ بنتا ہے یہاں تک کہ اس کا کھانا پینا، سونا جاگنا، روزی کمانا، اپنی فطری ضروریات کو پورا کرنا اگر دین کے بتائے ہوئے طریقے پر کرے تو اس کے لیے قرب الٰہی کا ذریعہ بنتا ہے۔الفتح الربانی کی مجلس ۲۲ حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''دنیا میں تصرف کرنے کے متعلق جب نیت درست ہوتی ہے تو وہ آخرت ہی بن جاتی ہے۔''

تصوف اور مقصد تصوف کے متعلق حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''تصوف لفظ صفا سے بنا ہے نہ کہ لفظ صوف (اون) سے۔ سچا صوفی وہ ہے جو اپنے تصوف (یعنی صفائی) میں سچا ہو۔ اس کا دل مولا کے سوا تمام چیزوں سے صاف ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو کپڑوں کا رنگ بدلنے، چہروں کو زرد کرنے، کندھوں کو اکٹھا کرنے، بزرگوں کی حکایتیں بیان کرنے اور تسبیح پر انگلیاں چلانے سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ حق تعالیٰ کی طلب میں سچا بننے، دنیا سے بے رغبت بننے، مخلوق کو دل سے باہر نکالنے اور اپنے مولا عز و جل کے سوا ہر کسی سے بے تعلق ہو جانے سے حاصل ہوتی ہے۔'' (الفتح الربانی مجلس ۲۵)

غنیۃ الطالبین، باب آداب المریدین میں فرماتے ہیں:

''تصوف کے معنی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اللہ کے ساتھ صدق اور اس کے بندوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا تصوف ہے۔''

مروجہ تصوف میں ایک چیز بیعت ہے۔ بیعت کا مقصد یہ ہے کہ مرید اس بات کا عہد کرتا ہے کہ وہ شیخ کی تعلیمات پر عمل کرے گا اور شیخ اس بات کی ذمہ داری لیتا ہے کہ دین حق کے مطابق مرید کی تعلیم و تربیت کرے گا۔ اس کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ شیخ قیامت میں بخشش کا ذمہ دار ہوں جائے گا۔ صحیح مسلم میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمادیا:

اے فاطمہ! (محمد کی بیٹی) میرے مال سے جو چاہو لے لو مگر میں اللہ کے یہاں بچا نہیں سکتا۔

حضرت شیخ نے بھی اس خیال کی تردید فرمائی ہے۔ جلاء الخواطر مجلس ۳۸ میں فرماتے ہیں:

''تم کہتے ہو کہ میرا شیخ فلاں ہے اور فلاں کے ساتھ رہا ہے اور میں فلاں کے پاس حاضر ہوا ہوں اور میں نے فلاں عالم سے کہا۔ یہ سب چیزیں عمل نہ کرنا ہے۔ اس سے کچھ نہیں بنتا۔''

شریعت وطریقت، بعض اقوال

ایک خیال جو لوگوں میں عام ہو گیا ہے کہ طریقت شریعت سے کوئی الگ چیز ہے۔ یہ خیال محض غلط اور بے بنیاد ہے۔ درحقیقت طریقت وسلوک تو اتباع شریعت کا نام ہے۔ تمام بڑے بڑے صوفیائے کرام کا

فرمانا یہی ہے کہ وہی تصوف قابل قبول ہے جو قرآن و سنت کے اصولوں کے مطابق ہو۔ حضرت شیخ طریقت وسلوک کی بنیاد کے متعلق فرماتے ہیں:

''حکم یعنی شریعت اس حکمت و دانش کا پاؤں ہے۔ پس حکم کو مضبوط کئے بغیر جو شخص اس علم باطنی کا کچھ بھی دعوی کرے وہ جھوٹا ہے کیونکہ وہ حقیقت جس کی شہادت شریعت نہ دے زندیقیت (گمراہی) ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بازوؤں سے حق تعالیٰ کی طرف پرواز کر۔'' (الفتح الربانی مجلس ۴۴)

فتوح الغیب وعظ نمبر ۳۶ میں فرماتے ہیں:

''کتاب وسنت کے اتباع ہی میں سلامتی ہے اور ان دونوں کے علاوہ کسی کی پیروی کرنا بربادی ہے۔ کتاب وسنت ہی پر عمل کر کے بندہ ولایت، ابدالیت اور غوثیت کے مقام پر ترقی کرتا ہے۔''

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں:

''اللہ کی طرف جانے والی ہر راہ بند ہے سوائے راہ سنت کے۔''

مزید فرماتے ہیں:

''تصوف پورا کا پورا اللہ کی کتاب اور نبی کی سنت پر مبنی ہے۔ پس جو قرآن کا علم نہ رکھتا ہو اور حدیث سے واقف نہ ہو تو اس راہ تصوف میں اس کی اتباع نہ کی جائے۔''

حضرت جنید بغدادی کی اسی بات کو الفتح الربانی کی مجلس نمبر ۶۲ میں حضرت شیخ نے اس طرح فرمایا:

''ان لوگوں کے اتباع کرنا منع ہے جو شریعت کے پابند نہ ہوں کیونکہ پابندی شریعت ایسی چیز ہے کہ اس کے بغیر چارہ ہی نہیں اور وہی بنیاد ہے اس طریقت وسلوک کی۔''

غنیۃ الطالبین باب ۲۴ میں جو راہ سلوک کے واجبات کے متعلق ہے حضرت شیخ بیان کرتے ہیں:

''اوامر ونواہی، اصول وفروع دونوں میں قرآن مجید اور حدیث پاک کی پابندی ضروری ہے۔ اللہ تک اڑ کر پہنچنے کے لیے ان ہی کو دو بازو بنا لینا چاہیے اور اس کے بعد صدق وسعی کی۔''

حضرت ابوالحسن نوریؒ فرماتے ہیں:

"جس کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایسی حالت کا دعویٰ کرتا ہے جو حد شرعی سے باہر کر دیتی ہے تو اس کے پاس بھی نہ پھٹکو۔"

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں:

"اگر تم کسی کو کرامات والا دیکھو کہ ہوا میں اڑتا ہے، تو دھوکے میں نہ آجانا جب تک یہ نہ دیکھو کہ امر و نہی، حفظ حدود اور پابندی شریعت میں کیسا ہے۔"

مقصد تصوف

تزکیہ باطن کی اہمیت اور اس کی حدود کے بارے میں وضاحت کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ غنیۃ الطالبین، آداب المریدین میں حضرت شیخ نے اس کا مقصد ان الفاظ میں واضح فرمایا ہے:

"طریقت کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرنا ہے اور دنیا اور آخرت کی زینت کے مقابلے میں اللہ کی رضا بہت کافی ہے۔"

یہ مختصر سی بات ہی اصلاح نفس کا حاصل ہے یعنی انسان اپنے رب کی رضا میں راضی رہنے والا بن جائے۔ وہ اپنی مرضی چھوڑ کر رب کی مرضی پر چلنے والا بن جائے جس کا واحد ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر چلنا ہے۔ یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا اس میں نہ کشف والہام ضروری ہے، نہ کرامات ضروری ہیں، نہ اچھے خوابوں کا نظر آنا ضروری ہے۔ نہ تصرفات ہی اس کا حصہ ہیں، نہ یہ کہ پیر و مرشد کی توجہ سے مرید کی از خود اصلاح ہو جائے کہ گناہ کا خیال بھی نہ آئے، خود بخود نیک کام ہوتے رہیں وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ یہ جنون کے علاوہ کچھ نہیں۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں:

"اگر طبیعت کا تقاضا آدمی سے زائل ہو جائے تو پھر وہ فرشتوں سے جا ملے گا۔ نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا اور حکمت الٰہی باطل ہو جائے گی۔"　　(فتوح الغیب وعظ ۶۰)

ضرورت شیخ

اصلاح نفس کے سلسلے میں انسان کو کسی نہ کسی شیخ کا ہاتھ تھامنا پڑتا ہے۔ حضرت شیخ کے الفاظ میں:

''یہ مشائخ ہی اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ اور راستہ ہیں، یہی اللہ کا راستہ دکھانے والے ہیں۔''

(غنیۃ الطالبین)

شیخ، مرشد، پیر کیسا ہونا چاہیے اس کے متعلق حضرت شیخ کی رائے یہ ہے:

''یہ عبادت بھی فن ہے اور اس کے اچھے ماہر وہ لوگ ہیں جن کے اعمال میں اخلاص ہے جو شریعت کے عالم اور اس پر عمل کرنے والے ہوں۔'' (الفتح الربانی مجلس ۶۲)

الفتح الربانی مجلس ۵۰ میں ارشاد ہے:

''اگر تو فلاح چاہتا ہے تو ایسے شیخ کی صحبت اختیار کر جو اللہ تعالیٰ کے حکم یعنی شریعت اور علم یعنی طریقت کا عالم ہو کہ وہ تجھے علم سکھائے اور مؤدب بنائے اور تجھ کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے واقف کرے۔''

مسلمان اپنی ہر ضرورت اور حاجت کے وقت اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ چنانچہ اس تلاش شیخ میں بھی انسان کو اسی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اس کے طریقہ کار کے متعلق حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''اگر تو چاہے کہ اللہ کے راستے میں کسی کی صحبت نصیب ہو تو آوازوں کے چپ اور آنکھوں کے سو جانے کے وقت یعنی رات کے آخری حصے میں اچھی طرح وضو کر کے نماز کی طرف متوجہ ہو کہ نماز کا دروازہ وضو سے اور اللہ کا دروازہ نماز سے کھلے گا۔ اس کے بعد نماز سے فارغ ہو کر حق تعالیٰ سے سوال کر کہ میں کس کی صحبت اختیار کروں؟ کون ہے راہبر؟ کون ہے جو تجھ سے باخبر بنا دے؟ مخلوق میں یکتا کون ہے اور نائب کون ہے؟ اس کی ذات کریم ہے وہ تیرے خیال کو نامراد نہ رکھے گا۔ بے شک وہ تیرے قلب کو الہام فرمائے گا۔ تیرے باطن میں القا فرمائے گا۔ تیرے مقصود کو کھول دے گا۔ دروازہ کھول دے گا۔ اور راستہ روشن فرما دے گا۔ جس نے کوشش کے ساتھ کسی شے کو طلب کیا ہے ضرور پا لیا ہے۔ وہ خود فرماتا ہے جنہوں نے ہمارے راستہ میں جدوجہد کی ہم ان کو اپنے راستوں کی رہبری کرتے رہے ہیں۔'' (الفتح الربانی مجلس ۲۶، ۶۱، ملفوظات شیخ)

u u u

باب ۶: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ساری مفید اور کارآمد کتابیں لکھیں۔ ان کے علاوہ آپ کے ارشادات اور خطبات جو آپ کے شاگردوں اور مریدوں نے جمع کیے وہ بھی محفوظ ہیں۔

غنیۃ الطالبین: حضرت شیخ کی سب سے مقبول تصنیف ہے۔ اس کا پورا نام الغنیۃ لطالب طریق الحق ہے۔ یہ بنیادی طور پر امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک پر فقہی مسائل کا مجموعہ ہے۔ کتاب کے ابتدائی حصے میں ارکان اسلام یعنی توحید، نماز، زکوۃ اور حج کی تفصیل ہے۔ اس کے بعد آداب اسلامی، اجازت لینے کا مسئلہ، کھانے پینے کے آداب، غسل وطہارت کے مسائل، سفر وحضر کے مسائل، آداب دعا وغیرہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح اس کتاب میں سال کے مختلف دنوں اور اوقات کی فضیلت کا بیان بھی ہے۔ مختلف وقتوں میں پڑھے جانے والے ذکر واوراد بھی ملتے ہیں۔ اس کتاب میں آٹھ سو سے زیادہ احادیث کے حوالے موجود ہیں۔ اصل کتاب عربی میں ہے لیکن اس کے کئی اردو تراجم ملتے ہیں۔

الفتح الربانی: یہ حضرت شیخ کی کوئی مستقل تصنیف نہیں بلکہ آپ کی ان ۶۲ مجالس کا مجموعہ ہے جو ان کے شاگرد عفیف الدین نے جمع کی ہیں۔ یہ مجالس ۳ شوال ۵۴۵ھ سے لے کر ابتدائے رجب ۵۴۶ھ تک کی ہیں جو ایک سال سے بھی کم مدت بنتی ہے۔ جب کہ یہ بات معلوم ہے کہ حضرت شیخ تقریباً چالیس سال تک وعظ و ارشاد میں مشغول رہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت شیخ کے ارشادات کا بہت ہی کم حصہ ہم تک پہنچ سکا جب کہ بہت بڑا حصہ ضائع ہوگیا۔ ان مواعظ میں توحید، اخلاص، فکر آخرت، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور تزکیہ باطن کی تعلیم دی گئی ہے۔ طرز بیان پراثر ہے۔ انداز میں روانی ہے۔ ان مواعظ نے اس دور کے لوگوں کی سوچ اور فکر کو بدل ڈالا۔

فتوح الغیب: حضرت شیخ کی ۷۸ مجالس کا مجموعہ جو احکام شریعت اور طریقت پر مشتمل ہیں۔ اس کے موضوعات بھی کم وبیش الفتح الربانی جیسے ہی ہیں گو کہ زبان اور ادائیگی میں الفتح الربانی کے مقابلے میں ٹھہراؤ ہے اور اکثر خطبات مختصر ہیں۔

عربی زبان میں حضرت کی ان تینوں تصانیف یعنی الفتح الربانی، فتوح الغیب اور الغنیہ لطالب طریق الحق پر تمام سوانح نگاروں اور تاریخ دانوں کا اتفاق ہے۔ اس کے علاوہ دو اور تصنیفات حضرت شیخ کے حوالے سے مشہور ہیں ان میں ایک جلاء الخواطر اور دوسری مکتوبات شیخ ہے۔

جلاء الخواطر حضرت شیخ کی ۴۵ پر اثر مجالس کا مجموعہ ہے۔ ان کا لب ولہجہ اور مضامین الفتح الربانی کی طرح کے ہیں۔ مکتوبات شیخ حضرت شیخ کے پندرہ خطوط ہیں جس میں طریقت کے مضامین بیان کیے گئے ہیں۔ اصلاحیہ خطوط فارسی زبان میں ہیں۔ ان میں دوسو کے قریب قرآنی آیات کے حوالے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی بعض اور کتابیں حضرت شیخ سے منسوب کی جاتی ہیں جیسے: سرالاسرار، رسالہ غوث اعظم، حزب نشا الخیرات، ردالرافضہ، مسک الختام تفسیر قرآن وغیرہ۔

u u u

باب ۷: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات

حضرت شیخ کی تعلیمات کا عمومی جائزہ

جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے دوسرے باب ''حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اور امت مسلمہ کے حالات'' کے تحت لکھا ہے کہ تیسری صدی ہجری کے بعد مسلمانوں میں ہر طرح کا بگاڑ پیدا ہوا اور امت کا کوئی شعبہ بھی خرابی اور فساد سے نہ بچ سکا۔ اس دور فساد میں بھی صالحین کا ایک طبقہ مسلمانوں کے ایمان اور عقائد کو بچانے کے لیے اپنی کوششوں میں لگا ہوا تھا۔ لیکن ان کا حلقہ اثر محدود تھا، ان کی مجلسیں اجاڑ پڑی تھیں اور کوئی ان کے وعظ و نصیحت پر کان دھرنے والا نہیں تھا۔ لوگ دین کی باتیں سنتے تھے لیکن ان کی زندگیوں میں ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا گویا کہ انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں۔ وہ دنیا کی لذتوں میں مگن تھے اور ان کے حاصل کرنے میں انہیں کسی طرح کا پاس لحاظ نہ تھا۔ منکرات ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔

بغداد جہاں حضرت شیخ رہتے تھے اس کا حال بھی مسلمانوں کے باقی علاقوں سے مختلف نہیں تھا۔ حضرت شیخ بغداد میں رہتے ہوئے اس فساد کو دیکھتے تھے۔ یقیناً ان کا دل کڑھتا ہوگا اور وہ اصلاح احوال کے لیے بھی یقیناً فکرمند ہوتے ہوں گے۔ لیکن بعض نامعلوم وجوہات کی بنیاد پر ایک دن آپ نے بغداد چھوڑنے کا فیصلہ فرما لیا اور تقریباً پندرہ دن کی مسافت طے کر لی تھی کہ یکایک غیب سے آواز آئی ''بغداد چھوڑ کر مت جاؤ، وہاں تمہاری ذات سے لوگوں کو فائدہ ہوگا۔'' اس غیبی اشارے کے بعد حضرت شیخ نے بغداد چھوڑنے کا ارادہ ترک کر دیا اور بغداد واپس آ کر لوگوں کو نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی تلقین کرتے رہے۔ اسی دوران آپ کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعوت و تبلیغ کا حکم فرمایا اور سات بار اپنا لعاب دہن حضرت شیخ کے منہ میں لگایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تین مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا لعاب لگایا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میرے لیے تقریر کرنا آسان ہو گیا۔ (قلائد الجواہر)

ایک روایت کے مطابق آپ نے ۵۲۱ھ مطابق ۱۱۲۷ء میں پچاس سال کی عمر میں سب سے پہلا وعظ

کہا۔آپ کے وعظ اور درس کا چرچا بہت جلد دور دور ہونے لگا۔

حضرت شیخ کی تعلیمات ان کے مواعظ کی صورت میں آج ہمارے سامنے موجود ہیں۔ان کو پڑھ کر بخوبی اس دور کے مسلمانوں کی حالت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق ہر شعبہ فساد کی زد میں تھا۔اسی لیے ان مواعظ میں ہر طرح کے موضوعات پر آپ کو حضرت کے ارشادات پڑھنے کو ملتے ہیں۔انشااللہ تعالیٰ اگلے صفحات میں آپ کو اس کی بہت ساری مثالیں ملیں گی۔ان مواعظ کے ذریعے آپ نے براہ براہ راست عوام الناس سے رابطہ قائم کیا۔آپ کی مجلس میں ہر پائے کا آدمی آتا تھا اور آپ لوگوں کے حسب حال اپنے مواعظ میں ان کی اصلاح کے باتیں بیان کرتے تھے۔آپ کے مواعظ کا مقصد یہی تھا کہ بندگان خدا کی اصلاح کی جائے چنانچہ آپ ہر وقت اسی مقصد کے حصول کے لیے کوشاں رہتے تھے۔حضرت شیخ نے مختلف مواعظ میں اپنے کام کے مقصد کی خود وضاحت فرمائی ہے۔الفتح الربانی کی مجلس ۴۹ میں مختلف مقامات پر فرماتے ہیں:

''میرے لیے تمہارا اتنا کہنا کافی نہیں کہ آپ نے خوب کہا بلکہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو اور اپنے اعمال میں مخلص بنو۔''

مزید فرماتے ہیں:

''میرا وعظ کے لیے بیٹھنا تمہارے قلوب کی اصلاح اور ان کو سنوارنے کے لیے ہے نہ کہ تقریر میں الٹ پھیر کرنے اور اسے سنوارنے کے لیے۔''

مزید فرماتے ہیں:

''یہ ایک تعمیر ہے جس کی میں تمہارے لیے بنیاد ڈالتا ہوں تا کہ شیطانی تعمیر کو گرا دوں اور رحمانی تعمیر کو چن دوں اور تم کو تمہارے آقا اور تمہارے رب سے جا ملاؤں۔''

آپ نے پہچانا کہ اصل مرض ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کی کمی ہے اور اسی پر محنت کرنے کی ضرورت ہے اسی لیے ان مواعظ میں توحید وشرک، موت کے بعد کی زندگی کی تیاری اور ان سب کا حاصل یعنی دین پر عمل کرنا ان پر بہت روز ملتا ہے۔حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''میرے وعظ کی قیمت اس پر عمل کرنا ہے'' (الفتح الربانی مجلس ۴۲)

آپ جو کچھ فرماتے قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے تھے۔آپ کی نظر میں مسلمانوں کی دنیا و آخرت کی فلاح صرف اورصرف اتباع سنت اور احکام شریعت کی پابندی میں ہے اس لیے آپ نے تمام تر کوششیں اس بات پر مرکوز رکھیں کہ مسلمانوں کو قرآن و حدیث کی طرف لوٹایا جائے اور ان میں دنیا کی محبت کے مقابلے میں آخرت کی محبت پیدا کی جائے تاکہ ان میں ہر قسم کی قربانی اور جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ پیدا ہو۔حضرت فرماتے ہیں:

''کتاب و سنت کو اپنا پیشوا بنا اور دونوں میں غور وفکر کے ساتھ نظر ڈال اور ان پر عمل کر۔ بحث و مباحثہ اور ہوس پر فریفتہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:((وَ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَ مَا نَھَاکُم فَانْتَھُوا وَ اتَّقُوا اللّٰہَ۔)) (الحشر-۷) یعنی رسول تمہارے لیے جو چیز لائے ہیں اس کو لو اور جس سے وہ منع کریں اس کو چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو۔)) رسول کی مخالفت نہ کرو کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اس پر عمل چھوڑ دو۔'' (فتوح الغیب وعظ ۳۶)

الفتح الربانی مجلس ۲۵ میں ارشاد ہے:

''جس نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہ کیا اور اپنے ایک ہاتھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور دوسرے ہاتھ میں قرآن کو نہ تھاما وہ اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچے گا۔ وہ خود بھی ہلاک و گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی ہلاک و گمراہ کرے گا۔قرآن و حدیث دونوں راہبر ہیں۔قرآن تیرا رہبر ہے اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کا اور سنت تیری رہبر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے کو۔''

حضرت شیخ کی شخصیت کا عام تصور ایک صوفی کا ہے۔اس حیثیت میں بھی آپ کا دستور عمل قرآن و حدیث ہی ہے۔ اسی لیے حضرت شیخ کے مواعظ تصوف کی فلسفیانہ بحثوں سے بالکل خالی ہیں۔بعض جگہ صوفیانہ اصطلاحیں استعمال کی ہیں لیکن ان کی وضاحت بھی کرتے جاتے ہیں۔وہ طریقت کو شریعت کے ساتھ ہم آہنگ دیکھنا چاہتے تھے۔منصور حلاجؒ کے بارے میں انہوں نے فرمایا:

''منصور نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر دعویٰ کیا اور اپنی طاقت سے اونچی اڑان کی۔ جس کے نتیجے میں شریعت کی قینچی سے ان کے پروں کو کاٹ دیا گیا۔ منصور حلاجؒ کے دور میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو ان کا ہاتھ پکڑتا اور انہیں اس لغزش سے باز رکھتا، اگر میں ان کے زمانے میں ہوتا تو ان کو اس صورت حال سے بچاتا جو انہوں نے اختیار کر لی تھی۔'' (قلائد الجواہر)

آپ فرائض کو نوافل پر مقدم رکھتے ہیں۔ فتوح الغیب وعظ نمبر ۴۸ میں فرماتے ہیں:

''مومن پر لازم ہے کہ پہلے فرائض و واجبات ادا کرے، پھر جب ان سے فارغ ہو جائے تو سنتوں کی ادائیگی میں مشغول ہو، اس کے بعد نوافل اور فضائل میں مشغول ہو۔ جب تک فرائض ادا نہ ہو جائیں سنتوں کی ادائیگی میں مشغول ہونا حماقت ہے۔ اگر فرائض سے پہلے سنن و نوافل میں مشغول ہوگا تو یہ عبادت قبول نہ ہوگی بلکہ اسے ذلیل کیا جائے گا۔''

ترک دنیا اور رہبانیت آپ کی تعلیم نہیں تھی بلکہ آپ اس بات پر زور دیتے تھے کہ لوگ اپنی دنیا کی اصلاح کریں۔ آپ کا ارشاد ہے:

''دنیا میں تصرف کرنے کے متعلق جب نیت درست ہوتی ہے تو وہ آخرت ہی بن جاتی ہے۔''

(الفتح الربانی مجلس ۲۲)

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ سلسلہ مواعظ چالیس سال تک جاری رہا اور لاکھوں انسانوں کی اصلاح کا سبب بنا۔ آپ کے مواعظ نے بہت جلد عالم اسلام کی کایا پلٹ دی۔ اصلاح احوال کی جو تحریک آپ نے برپا کر دی تھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ تیز تر ہوتی چلی گئی۔ مسلمان پھر قرآن و حدیث کی طرف لوٹ آئے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ جدوجہد و عمل کا جذبہ بیدار ہوتا چلا گیا۔ گویا بھٹکا ہوا آہو سوئے حرم چل پڑا۔

حضرت کے مواعظ میں دین کے چاروں شعبوں یعنی عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاقیات پر تعلیمات ملتی ہیں۔ اگلے صفحات میں اس کی مثالیں پیش خدمت ہیں۔

توحید و شرک

توحید دین اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سب سے پہلا اور سب سے زیادہ اہم ہے۔عقیدہ توحید کے ساتھ معمولی عمل بھی پہاڑ کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے بغیر پہاڑ کے برابر عمل بھی اللہ کے دربار میں قبول نہیں ہے۔حقیقت یہ کہ اصل مقصد تمام قرآن کریم کا اور تمام دین کا توحید ہی ہے۔توحید ہی کی تعلیم کے لیے مختلف زمانوں میں انبیائے کرام آئے۔حضرت شیخ کی تعلیمات میں بھی جس عقیدے اور جس نکتے پر سب سے زیادہ زور ملتا ہے وہ عقیدہ توحید ہی ہے۔شاید ہی کوئی وعظ ایسا ہوگا جس میں کسی نہ کسی انداز میں اس عقیدہ کی وضاحت نہ کی گئی ہو۔ یہاں تک کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنے بیٹے عبدالوہاب کو جو نصیحت فرمائی اس میں بھی توحید کو لازم پکڑنے کی تلقین فرمائی:

> ''اللہ کا تقویٰ اور اس کی اطاعت کو لازم کرلو اور اس کے سوا نہ کسی سے خوف رکھو اور نہ امید، اور اپنی ساری حاجتیں اللہ کے حوالے کرو، حاجتیں اسی سے طلب کرو اور حق تعالیٰ کے سوا کسی پر بھروسہ رکھو نہ اعتماد۔توحید کو لازم پکڑو، توحید کو لازم پکڑو، توحید کو لازم پکڑو۔سارے دین کا خلاصہ توحید ہے۔'' (حضرت شیخ کی وصیت)

دین اسلام میں عقیدہ توحید ذات باری تعالیٰ کو ایک ماننے اور جاننے پر ختم نہیں ہوجاتا۔اتنی توحید تو کفار قریش بھی مانتے تھے۔قرآن پاک میں آتا ہے:

وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ۝ (لقمان-۲۵)

ترجمہ:اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا تو بول اٹھیں گے کہ اللہ نے۔

بلکہ ایک مسلمان کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس بات کو بھی مانے اور دل سے اس کا یقین رکھے کہ جس طرح وہ اپنی ذات میں یکتا ہے اسی طرح اپنی صفات میں بھی یکتا ہے۔دوسرے لفظوں میں اسلام کا عقیدہ توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں نہ اس کی ذات میں نہ صفات میں۔اور صرف یہ زبان سے ہی نہیں کہنا بلکہ دل سے اس کا یقین رکھنا بھی ضروری ہے۔حضرت شیخ کے الفاظ میں:

> ''کامل دوا تو دل سے اللہ تعالیٰ کو ایک جاننے میں ہے نہ کہ صرف زبان سے اقرار کرنے

سے۔توحید اور زہد بدن اور زبان پر نہیں ہوتے،توحید بھی قلب میں ہوتی ہے اور زہد بھی قلب میں اور تقوی بھی قلب میں اور اللہ تعالیٰ کی محبت بھی قلب میں اور اس کا قرب بھی قلب میں۔''

(الفتح الربانی،مجلس ۱۳)

اللہ تعالیٰ کی صفات بے شمار ہیں۔ اس کی بعض اہم صفات یہ ہیں: وہ حی ہے یعنی زندہ ہے۔ وہ قادر مطلق ہے یعنی ہر طرح کی قدرت والا ہے۔کوئی شے اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔وہ علیم یعنی علم والا ہے۔آسمانوں اور زمینوں کا کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ متکلم ہے یعنی کلام بھی اس کی صفت ہے۔ وہ سمیع ہے یعنی سننا بھی اس کی صفت ہے۔ وہ تمام مخلوق کی دعاؤں کو بیک وقت سنتا ہے۔ وہ بصیر ہے یعنی وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ اندھیرا اجالا اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا۔کسی وقت کوئی شے اس سے چھپی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کی ایک صفت اس کا ارادہ ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ وہ جس چیز کا ارادہ کر لیتا ہے وہ ہو جاتی ہے۔ وہ **فعال لما یرید** ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے، پیدا کرنا بھی اس کی صفت ہے۔ وہی تمام کائنات کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ رزاق ہے، رزق دینا اور اس کو پیدا کرنا بھی اسی کا کام ہے۔حضرت شیخ نے مختلف وعظوں میں ان صفات کا تذکرہ فرمایا ہے:

''(بندہ) جب صاحب یقین اور موحد (اللہ کو ہر لحاظ سے ایک ماننے والا) بن جاتا ہے اور پھر وہ یقین کرتا ہے کہ حقیقت میں اللہ کے سوا کوئی فاعل حقیقی نہیں اور حرکت وسکون، بھلائی اور برائی، نفع اور نقصان، دینا اور نہ دینا، کھولنا اور بند کرنا، موت وحیات، عزت وذلت اور تونگری اور محتاجی، اللہ کے سوا کسی کے قبضے میں نہیں۔'' (فتوح الغیب وعظ ۳)

الفتح الربانی مجلس ۲ میں فرماتے ہیں:

''اس بات کا یقین رکھ کہ کوئی نقصان پہنچانے والا نہیں، کوئی نفع پہنچانے والا نہیں، کوئی عطا کرنے والا نہیں اور کوئی روکنے والا نہیں مگر صرف اللہ!''

الفتح الربانی مجلس ۱۳ میں مزید فرماتے ہیں:

''بادشاہ ایک ہی ہے، نقصان پہنچانے والا ایک ہی ہے، حرکت وسکون دینے والا ایک ہی ہے،

مسلط کرنے والا ایک ہی ہے، مسخر بنانے والا وہی ایک، دینے والا اور روکنے والا وہی ایک، خالق اور روزی دینے والا وہی ایک یعنی اللہ عز وجل۔ وہی قدیم اور ازلی ابدی ہے۔ وہی موجود تھا مخلوق سے پہلے، تمہارے ماں باپ سے پہلے، تمہارے دولتمندوں سے پہلے۔ وہی پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور ان چیزوں کا جو ان کے اندر ہیں اور ان چیزوں کا جو ان کے درمیان ہیں۔ اس کی مثل کوئی نہیں، اور وہ سمیع وبصیر ہے۔''

حضرت شیخ کے مطابق بعض چیزیں بعض کی ضد ہوتی ہیں، (جلا الخواطر مجلس ۴۰)۔ توحید کی ضد شرک ہے۔ شرک دوسرا موضوع ہے جس پر حضرت شیخ کے مواعظ میں جگہ جگہ تنبیہ ملتی ہے۔ بلکہ جہاں جہاں آپ نے توحید کی وضاحت فرمائی ہے ساتھ ہی ساتھ شرک کی وضاحت بھی فرماتے جاتے ہیں۔

دین اسلام میں شرک کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات، اس کی عبادت اور اس کی عظمت میں کسی اور کو شریک بنا لینا۔ شرک کی حقیقت یہ کہ جو معاملہ اللہ کے ساتھ کرنا چاہیے وہ غیر اللہ کے ساتھ کیا جائے۔ الفتح الربانی مجلس ۶۲ میں حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''تجھ کو تو توقع بھی مخلوق ہی سے ہے اور خوف بھی انہیں سے۔ اور یہ پروردگار کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے کہ جو حق تعالیٰ کے مناسب تھا وہ مخلوق کے لیے تجویز کیا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

جس شخص نے لا الہ اِلّا اللّٰہ کا اقرار کر لیا اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کا انکار کیا تو اس کا مال اور خون محفوظ ہو گیا اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد۔　　　　(صحیح مسلم)

اس مضمون کو جلاء الخواطر مجلس ۴۳ میں حضرت شیخ نے اس طرح سمجھایا ہے:

''تم میں توحید کتنی کم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندگی کتنی کم ہے تمہارا اسباب اور مخلوق سے شرک کتنا زیادہ ہے۔ تم نے فلاں اور فلاں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ رب بنا رکھا ہے جن کی طرف نقصان و نفع اور دینے اور روکنے کو منسوب کرتے ہو۔''

اللہ کی صفتوں میں کسی کو شریک ماننا یعنی جو صفات اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں مخلوق میں ان کو ثابت

کرنا شرک ہے۔ مثلا اللہ تعالیٰ قدرت و اختیار والا ہے، دستگیری فرمانے والا ہے، مرادیں بر لانے والا ہے، فراخی تنگدستی دینے والا ہے۔ مخلوق میں یہ وصف ماننا شرک ہے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔ ساری بھلائیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ دینا اس کے ہاتھ میں ہے منع کرنا اس کے ہاتھ میں ہے۔ امیری فقیری اس کے ہاتھ میں ہے۔ عزت و ذلت بھی اس کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے علاوہ کسی کے اختیار میں کچھ نہیں ہے۔ پس عقلمند وہی ہے جو اس کے در کو پکڑ لے اور اس کے غیر سے اپنا رخ پھیر لے۔'' (الفتح الربانی مجلس ۳)

اسی طرح یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ اپنے علم سے ہر جگہ موجود ہے۔ کائنات کی کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ مخلوق میں سے کسی کے متعلق یہ ماننا کہ اس کو بھی ہماری ہر بات کا علم ہے تو یہ بھی شرک ہے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''اور اس علم سابق سے تجھے کیا غرض۔ یہ وہ علم ہے جس کو نہ تو جانتا ہے نہ کوئی دوسرا، یہ علم غیب میں سے ہے۔'' (الفتح الربانی مجلس ۲۹)

فتوح الغیب وعظ نمبر ۶۹ میں اس بات کو اس طرح سمجھایا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے تجھ سے حقیقت اشیا کا علم روک لیا ہے اور تمام اشیا کے مصالح و مفسدات کے جاننے میں وہ ہمیشہ تنہا اور اکیلا رہا ہے۔''

شرک اتنی خطرناک چیز ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے پاک کلام میں فرما دیا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۝ (نساء-۱۱۶)

ترجمہ: بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔

اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یوں فرمایا:

جو اس حال میں مرا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتا وہ جنت میں جائے گا۔

(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں یوں آتا ہے:

اور جو اس حال میں مرا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مانتا تھا وہ دوزخ میں جائے گا۔

یہاں تک کہ مشرک کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت بھی نہ فرمائیں گے۔ چنانچہ ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ روز قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہر اس شخص کے لیے ہو کر رہے گی جو اس حالت میں مرا کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرایا ہو۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت شیخ نے اپنے وعظوں میں شرک کی دو قسمیں بتائی ایک ظاہر کا شرک اور دوسرا باطن کا شرک فرماتے ہیں:

''ظاہر و باطن دونوں طرح کے شرک کو چھوڑنے والوں میں سے ہو جا۔ بتوں کی پرستش کرنا تو ظاہری شرک ہے اور مخلوق پر بھروسہ رکھنا اور نفع نقصان میں ان پر نگاہ ڈالنا ہے یہ باطن کا شرک ہے۔''　(الفتح الربانی مجلس ۳۴)

فتوح الغیب میں فرماتے ہیں:

''صرف بت پرستی ہی شرک نہیں بلکہ اپنی خواہش نفس کی پیروی کرنا اور خدائے عز وجل کے ساتھ دنیا اور آخرت اور وہاں کی کسی چیز کو اختیار کرنا بھی شرک ہے پس جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہے وہ غیر اللہ ہے۔ بس جب تو اس کے سوا اس کے غیر کی طرف مائل ہوا تو بے شک تو نے غیر خدا کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا۔''　(فتوح الغیب وعظ ۷)

تقدیر

تقدیر کا عقیدہ بھی اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ اس کا انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک تقدیر پر اس کے خیر و شر کے ساتھ ایمان نہ لائے اور جب تک یہ نہ جان لے کہ جو (خیر و شر) اس کو پہنچ گیا یہ ناممکن تھا کہ اسے نہ پہنچتا اور جو نہیں پہنچا یہ ممکن نہ تھا کہ اس کو

پہنچ جاتا۔ (ترمذی)

اس عقیدے کی وضاحت بھی حضرت شیخ کے مواعظ میں بار بار ملتی ہے۔

''تقدیر کو نہ کوئی رد کرنے والا رد کرسکتا ہے اور نہ کوئی روکنے والا اس کو روک سکتا ہے۔تو اپنے آپ کو تقدیر الٰہی کے حوالے کردے تو راحت پائے گا۔ یہ رات اور دن جو آتے جاتے رہتے ہیں کیا ان کا لوٹا دینا تیرے لیے ممکن ہے؟ جب رات آتی ہے تو آ ہی جاتی ہے۔خواہ تو پسند کرے یا نہ کرے اور یہی حال دن کا ہے کہ دونوں تیری مرضی کے خلاف بھی آتے رہیں گے۔یہی حال قضا وقدر کا ہے جو اللہ عز و جل نے تیرے لیے مقدر کردیا ہے خواہ تیرے نفع کے متعلق ہو یا نقصان کے۔'' (الفتح الربانی مجلس ۶۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

جان لو کہ اگر سارے لوگ مل کر تمہیں نفع پہنچانا چاہیں تو تجھے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے کہ جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے۔اور اگر سب لوگ مل کر تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے کہ جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے۔قلم اٹھا لیے گئے اور صحیفے خشک ہوگئے۔

(ترمذی)

اس حدیث کے متعلق فتوح الغیب کے وعظ نمبر ۴۲ میں حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''ہر مومن کو چاہیے کہ اس حدیث کو اپنے دل کا آئینہ بنالے، اس کو اپنا جامہ اور اپنا لباس بنالے، اس کو اپنا ذکر بنالے اور اپنی تمام حرکات وسکنات میں اس پر عمل کرے یہاں تک کہ دنیا اور آخرت کی تمام آفات سے سلامت رہے اور اللہ کی رحمت سے دونوں جہانوں میں عزت پائے۔''

تقدیر ہی سے متعلق رزق کا معاملہ ہے۔اس بارے میں حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رزق پیدا فرما کر اس کو تقسیم کردیا، جو رزق مقدر میں کردیا ہے اسے نہ کوئی بند کرسکتا ہے اور نہ کوئی اس کو روکنے والا ہے۔ رزق کو نہ کوئی بڑھا سکتا ہے اور نہ کم کرسکتا ہے'' (غنیۃ الطالبین، ایمان کی تعریف)

الفتح الربانی کی مجلس ۶۱ میں اس بات کو ذرا مختلف انداز میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''تم ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اسی کا سوال کرتے رہتے ہو کہ تمہارے کھانے، تمہارے پانی، تمہارے کپڑے اور تمہاری بی بی اور تمہارا رزق زیادہ کر دے۔ حالانکہ یہ ایسی چیز ہے کہ تمہارے ساتھ ساتھ سارے مستجاب الدعوات بندے مل کر بھی دعائیں کریں تو اس میں زیادتی ہوگی نہ کمی۔ رزق تو نہ ذرہ برابر گھٹے گا اور نہ ذرہ برابر بڑھے گا۔ اس سے فراغت ہو چکی ہے۔ اس کام میں لگو جس کے کرنے کا تم کو حکم ہوا ہے۔ اور اس سے باز رہو جس سے منع کر دیا گیا ہے۔ جس کا خود بخود آنا ضروری ہے اس میں مشغول مت ہو۔ کیونکہ اس کے لانے کا تو وہ تمہارے لیے ضامن ہو چکا ہے۔ جو کچھ تمہاری قسمت میں ہے اپنے وقت پر خود آ جائے گا خواہ شیریں ہوں یا تلخ اور چاہے تمہیں پسند ہوں یا ناگوار۔''

قیامت

اس دنیا کے بعد ایک اور زندگی ہے جس میں ہر انسان کو اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ اچھے اعمال کا بدلہ جنت ہے اور برے اعمال کی سزا جہنم ہے۔ یہی وہ عقیدہ جو انسان کو اچھے اعمال پر ابھارتا اور برے اعمال سے روکتا ہے۔ حضرت شیخ کا ایک ملفوظ ملاحظہ فرمائیں جس میں انہوں نے اس دن کی ایک تصویر کھینچ دی ہے:

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ((یہ فیصلے کا دن ہے۔ جس میں ہم نے تم کو اور اگلوں کو جمع کیا۔ پھر اگر تمہارا کوئی داؤ ہے تو تم مجھ پر چلاؤ۔)) اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مخلوق کو اس زمین کے علاوہ اپنی زمین پر اکٹھا کریں گے جس پر کسی آدمی کا خون نہیں بہایا گیا۔ اور اس پر کوئی گناہ نہیں کیا گیا۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ((قیامت کی گھڑی میں کوئی شک نہیں۔ اور بلاشبہ اللہ نے ان کو اٹھانا ہے جو قبروں میں ہیں، الحج-۷))۔ قیامت کا دن ہار جیت کا دن ہے۔ افسوس کا دن، شرمساری کا دن، یادگری کا دن، کھڑے ہونے کا دن، گواہی کا دن، یاد کا دن، خوشی کا دن، غم کا دن، ڈر کا دن، امان کا دن، آرام کا دن، سزا کا دن، راحت کا دن،

مشقت کا دن، پیاس کا دن، چھوٹ کا دن، پوشاک کا دن، تنگ کا دن، نقصان کا دن ہے۔ اس دن ایمان والے اللہ تعالیٰ کی مدد سے خوش ہوں گے۔ اے اللہ! ہم اس دن کی برائی سے تیری پناہ پکڑتے ہیں۔ اور آپ سے بھلائی مانگتے ہیں۔ اور ہمیں دنیا میں نیکی دیجیے اور آخرت میں نیکی دیجیے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔'' (جلاء الخواطر مجلس ۴۰)

عمل

عقائد کے بعد اعمال کا نمبر آتا ہے۔ حضرت شیخ کے یہاں دین پر عمل ہی انسان کے عقیدے کا اظہار ہے۔ الفتح الربانی مجلس ۵۴ فرماتے ہیں:

''اس امر (اسلام) کی بنیاد توحید ہے اور اعمال صالحہ اس (پر) کی (گئی) تعمیر ہے۔''

الفتح الربانی کی مجلس ۲۲ میں ارشاد ہوتا ہے:

''سب کی بنیاد و ابتدا حق تعالیٰ اور اس کے پیغمبر پر ایمان لانا اور اللہ اور رسول کو سچا سمجھنا ہے۔ اس کی بنیاد اسلام ہے اور اس کے بعد ایمان، اس کے بعد اللہ عزوجل کی کتاب اور اس کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کرنا اور اس کے بعد عمل میں اخلاص پیدا کرنا اور کمال ایمان کے ساتھ قلب کا توحید میں مستحکم ہونا۔''

اعمال دو طرح کے ہیں، ایک ظاہری اعمال جیسے نماز دوسرا باطنی جیسے صبر شکر وغیرہ اور دونوں ہی ضروری ہیں۔ ظاہری اعمال کا اثر باطنی اعمال پر پڑتا ہے۔ حضرت شیخ کا ارشاد ہے:

''جو شخص ظاہر شریعت پر عمل کرتا رہے گا تو یہ عمل اس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس پر عمل کرنا نصیب کرے گا۔'' (الفتح الربانی مجلس ۶۲)

عبادت

اعمال میں سب سے پہلے عبادات ہیں۔ جب خالق و مالک نے انسان کو پیدا فرمایا تو اس کی پیدائش کا مقصد بھی طے کر دیا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۝ (الذّٰریت-۵۶)

ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

جب وہ اسی میں راضی ہے کہ انسان اس کی عبادت کرے اور اسی کی بندگی اختیار کرے تو انسان کو بھی چاہیے کہ اسی کی عبادت میں اپنے کو کھپائے تاکہ اپنی تخلیق کے مقصد کو پا سکے۔ حضرت شیخ نے اس کی وضاحت یوں فرمائی:

”اس نے تجھ کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، پس کھیلو مت اور اس نے تجھ کو اپنی مصاحبت کے لیے چاہا ہے پس اس کے غیر کے ساتھ مشغول مت ہو۔ اس کی محبت میں شریک بنا کر اس کے ساتھ کسی کو بھی محبوب مت سمجھ۔“ (الفتح الربانی مجلس ۳۷)

عبادت کس کو کہتے ہیں؟ عبادت دراصل بندگی کا نام ہے، یعنی بندہ ہونا۔ کسی کا بندہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہر وقت ہر چیز میں اس کا محتاج ہو اور اس کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہ ہو۔ ایسی ذات صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ہے۔ جلاء الخواطر مجلس ۳۷ میں حضرت شیخ کا ارشاد گرامی ہے:

”کھوٹ مت ملاؤ، دھوکہ مت دو، دکھاوا مت کرو، چونکہ وہ چھپی چیزوں کو جانتا ہے، آنکھوں کی چوری اور سینوں کی چھپی چیزوں کو جانتا ہے۔ اس بادشاہ روزی دینے والے کی خدمت کرو اور یہی انعام دینے والا ہے، یہی ہے جس نے تمہارے لیے سورج کو روشنی اور چاند کو چاندنی اور رات کو چین بنا دیا ہے۔ تمہیں نعمتوں سے خبردار کر دیا ہے اور ان کو شمار کر دیا ہے تاکہ تم ان پر شکر کرو۔ ان کو شمار کرنے کے بعد فرما دیا: ((اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے۔)) جس نے حقیقتاً اللہ کی نعمتوں کو دیکھا شکر سے عاجز رہا۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کو پہچانتے تو اس کے سامنے تمہاری زبانیں گنگ ہو جاتیں۔ اور تمہارے دل اور ہاتھ پاؤں سب حالات باادب ہو جاتے۔“

بقول شاعر مشرق:

میں جو سجدہ ریز ہوا کبھی نماز میں تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

حضرت شیخ کے نزدیک صنم پرستی اور صنم آشنائی دونوں ہی عبادت ہیں۔ فرماتے ہیں:

'' تو جھوٹ بولتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی نمازوں میں بھی۔ اس لیے کہ تو زبان سے کہتا ہے اللہ اکبر اور جھوٹ کہتا ہے اس لیے کہ تیرے قلب میں اللہ کے سوا دوسرے معبود موجود ہے۔ ہر وہ چیز جس پر تو اعتماد کرتا ہے تیرا معبود ہے اور ہر وہ شے جس سے تو خوف کرے یا امید لگائے وہ تیرا معبود ہے۔'' (الفتح الربانی مجلس ۲۲)

الفتح الربانی کی مجلس ۲۳ میں ارشاد ہوتا ہے:

''ہر وہ شخص جو نفع نقصان کو غیر اللہ کی طرف سے سمجھے وہ اللہ عز وجل کا بندہ نہیں ہے۔ وہ اسی کا بندہ ہے جس کی طرف سے نفع نقصان سمجھا۔''

عبادات میں سب سے پہلا عمل نماز ہے۔ نماز دین اسلام کا دوسرا رکن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر بندہ اس میں پورا اترا تو باقی اعمال میں بھی کامیاب ہوگا۔ اور اگر اس میں پورا نہ اترا تو باقی سارے اعمال بھی خراب ہو جائیں گے۔ (طبرانی)

حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''مومن کے نزدیک سب سے پیاری چیز عبادت ہے۔ اس کو سب سے زیادہ محبوب نماز کی طرف اٹھ کر جانا ہے کہ بیٹھا ہوا ہے اپنے گھر میں اور اس کا دل منتظر ہے مؤذن کا کہ مؤذن اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا ہے۔ اس نے اذان سنی اور اس کے قلب میں ایک سرور آیا اور مسجد کی طرف لپک جاتا ہے۔'' (الفتح الربانی مجلس ۶۲)

حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''تم پہلی صف کی پابندی کرو چونکہ وہ بہادروں کی صف ہے اور آخری صف کو چھوڑ دو وہ بزدلوں کی صف ہے۔'' (الفتح الربانی مجلس ۶۳)

ایک اور جگہ نماز اور صدقہ کی اہمیت کو اس طرح واضح فرمایا:

''نماز تجھ کو آدھا راستہ طے کرائے گی اور روزہ دروازے پر لا کھڑا کرے گا اور صدقہ تجھ کو مکان

کے اندر داخل کر دے گا۔ بعض مشائخ نے اسی طرح فرمایا اور تم اللہ کا راستہ طے کرنے میں صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔'' (ملفوظات شیخ)

روزہ کے متعلق الفتح الربانی مجلس ۱۸ میں فرمایا:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میری امت جب تک ماہ رمضان کی عظمت کرتی رہے گی رسوا نہ ہوگی۔ اس کی عظمت یہ ہے کہ اس میں تقوی (اختیار) کرنا، اور اس میں شریعت کی حدود کی حفاظت کے ساتھ روزہ خالص اللہ کے واسطے رکھنا۔''

زکوٰۃ کے متعلق حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''زکوٰۃ دو اور اپنی زکوٰۃ میں اخلاص اختیار کرو۔'' (جلاء الخواطر مجلس ۳۰)

حج کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

''حج کرو اور اپنے حج میں اخلاص اختیار کرو۔'' (جلاء الخواطر مجلس ۳۰)

دعا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی بہت اہمیت بتائی ہے اور اس کو عبادت شمار کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

دعا عبادت ہے۔ (ترمذی)

ایک اور موقع پر فرمایا:

دعا عبادت کا حاصل ہے۔ (ترمذی)

اس لیے جس طرح تمام دوسری عبادتیں اللہ تعالیٰ کا حق ہیں اسی طرح دعا بھی اسی کا حق ہے۔ حضرت شیخ بھی دعا کو عبادت ہی کا درجہ دیتے ہیں جلاء الخواطر مجلس ۱۴ میں ارشاد ہوتا ہے:

''اے اللہ کے بندو! عقل سیکھو۔ اپنے معبود کو اپنی موت سے پہلے پہچاننے کی کوشش کرو۔ اپنی حاجات مانگو۔ تمہارا دن رات اس سے مانگنا اس کی عبادت ہے۔''

ان کے نزدیک اللہ سے مانگنا اس کی توحید کا اظہار ہے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے موحد (ایک ماننے والا) بنو اس کے دروازے سے ٹلو مت اسی سے مانگو اور کسی سے نہ مانگو اسی سے مدد چاہو اور غیر سے مدد نہ چاہو اسی پر بھروسہ کرو اور کسی دوسرے پر بھروسہ مت کرو۔'' (الفتح الربانی مجلس ۱۴، ۳۳، ۴۷، ۵۰)

حدیث شریف میں آتا ہے:

اور جب مانگو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنا۔ (ترمذی)

الفتح الربانی مجلس نمبر ۶۲ میں حضرت شیخ نے اس کو اس طرح سمجھایا ہے:

''ہر چیز اللہ کے ہاتھ میں ہے لہٰذا دوسروں سے کچھ نہ مانگ۔ کیا تو نے اللہ کہ یہ فرمان نہیں سنا کہ :((کوئی چیز بھی ہو ہمارے پاس ہی اس کے خزانے ہیں لیکن ہم اس کو مقررہ مقدار میں اتارتے رہتے ہیں، الحجر۔ ۲۱)) اس آیت کے بعد بحث کی گنجائش نہیں رہتی۔''

حدیث شریف میں آتا ہے:

تم میں سے ہر شخص اپنی ضرورت کے لیے اللہ سے سوال کرے یہاں تک کہ نمک کی ڈلی بھی اسی سے مانگے اور جب جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اسی سے مانگے۔ (ترمذی)

حضرت شیخ اس حدیث شریف کی اس طرح وضاحت فرماتے ہیں:

''تمام چیزیں جو تو چاہتا ہے جن میں تیرے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی ہو سب اللہ سے مانگ بشرطیکہ ان میں کوئی حرام چیز نہ ہو۔ سوال اس لیے کہ اللہ نے سوال کرنے کا حکم دیا اور بندوں کو ترغیب دی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ ادْعُونِیۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المؤمن۔ ۶۰) یعنی مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ اور فرمایا ہے کہ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ (النساء۔ ۳۲) اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔'' (فتوح الغیب وعظ ۶۶)

دعا کے ذیل میں حضرت شیخ ایک آیت کی تفسیر فرماتے ہیں:

''تمہارے عالم جاہل ہیں اور تمہارے جاہل دھوکے باز۔ تمہارے زاہد دنیا پر حریص ہیں۔ تو دین کے بدلے دنیا نہ کما دین سے تو آخرت حاصل کی جاتی ہے۔ آپ (یعنی شیخ عبدالقادر جیلانی) نے

((اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ)) (الاعراف-۵۵) یعنی تم اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں رکھتا ہے۔)) کے ظاہر پر عمل کر کے تفسیر فرمائی کہ حد سے بڑھنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کے سوا دوسرے سے مانگے اور غیر اللہ سے سوال کرے۔''　　(ملفوظات شیخ)

نیت

اسلام میں نیت کا مسئلہ بنیادی ہے۔ ہر عمل سے پہلے اس کی نیت کرنا شرط ہے۔ انسان کی نیت ہی اس کے عمل کا نتیجہ متعین کرتی ہے۔ حسن نیت معمولی عمل کے درجے کو بڑھا دیتی ہے اور نیت میں کھوٹ بڑے سے بڑے عمل کو ضائع کر دیتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

تمام اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔ (صحیح بخاری)

نیت کی اہمیت حضرت شیخ نے اس طرح واضح کی ہے:

''جو عمل سے پہلے نیت کو مقدم نہ کرے اس کا کوئی عمل نہیں۔''　(الفتح الربانی مجلس ۲۶)

فتوح الغیب وعظ نمبر ۳۶ میں ارشاد ہے:

''نیت کی حیثیت عبادت کی روح کی طرح ہے بلکہ نیت عین عبادت ہے اور حقیقت عبادت ہے۔''

اخلاص

قرآن و حدیث میں اخلاص پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اخلاص یہ ہے کہ انسان کا ہر عمل صرف اور صرف اللہ ہی کے لیے ہو۔ اخلاص کے ساتھ کیا گیا چھوٹا عمل بھی اللہ کے یہاں قبول ہو جاتا ہے اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل قبول نہیں ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

اللہ تعالیٰ اعمال میں سے صرف وہی عمل قبول کرتے ہیں جو صرف اس کی ذات کے لیے کیا گیا ہو اور اس سے اسی کی رضا مقصود ہو۔　(ابوداود، نسائی)

حضرت شیخ کی تعلیمات میں بھی اخلاص پر بہت زور دیا گیا ہے۔ حضرت شیخ نے اخلاص کی تعریف

یوں فرمائی ہے:

''پورا اخلاص اللہ کے سوا سب سے خالص کرنے کا نام ہے۔'' (الفتح الربانی مجلس ۱۷)

ایک اور جگہ اس طرح فرمایا ہے:

''خلوص یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر حال میں خالق کو دیکھے۔'' (فتوح الغیب وعظ ۷۶)

الفتح الربانی مجلس ۲۴ میں ارشاد ہے:

''ہر وہ عمل جس میں اخلاص نہ ہو وہ محض چھلکا ہے، جس میں گری نہیں، یا لکڑی ہے جس کو کھینچ کر لایا گیا ہے۔ جسم ہے بلا روح کا اور صورت ہے بلا معنی کی اور یہ منافقوں کا عمل ہے۔''

الفتح الربانی مجلس ۴۷ میں مخلص ہونے کی علامت یہ بتائی ہے:

''تیرے اخلاص کی علامت یہ ہے کہ نہ تو لوگوں کی تعریف کی طرف توجہ کرے اور نہ ان کی مذمت کی طرف اور نہ اس مال و دولت کی طرف جو ان کے ہاتھ میں ہے۔''

غنیۃ الطالبین، باب ارکان طریقت میں ارشاد ہوتا ہے:

''طاعت ہو یا گناہ سے بچنا دونوں میں اخلاص کا حکم دیا گیا ہے (اور وہ یہ ہے کہ) عمل کے وقت اس کے دل میں اللہ کے سوا کسی کی رضا طلبی اور دکھاوے کا خیال میں نہ ہو۔''

قرآن و حدیث

حدیث شریف میں آتا ہے:

اللہ اس کتاب (قرآن) کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو بلند کرتا ہے اور اس کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو پست کرتا ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت شیخ نے بھی اس کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے:

''جب بنی اسرائیل نے توریت پر عمل نہ کیا تو حق تعالیٰ نے ان کے دلوں کو مسخ کر دیا اور اپنے دروازے سے انہیں دھکا دے دیا۔ اسی طرح اے امت محمدیہ! اگر تم قرآن پر عمل نہ کرو گے اور اس کے احکام کو مضبوط نہ تھامو گے تو اللہ تمہارے دلوں کو بھی مسخ کر دے گا اور ان (دلوں) کو اس

کے دروازے سے دور کر دیا جائے گا۔'' (الفتح الربانی مجلس ٦١)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور سب سے اچھا طریقہ وہ جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا۔ (صحیح مسلم)

چنانچہ ہر معاملے میں قرآن و حدیث ہی ہمارے رہبر ہیں۔ حضرت شیخؒ کا ارشاد ہے:

''قرآن و حدیث کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں مضبوط تھام کیونکہ جس نے قرآن و حدیث کو چھوڑا وہ مرتد ہو کر حد اسلام سے خارج ہو گیا کہ آخرت میں اس کا انجام دوزخ اور عذاب ہو گا اور دنیا میں غضب الٰہی۔'' (الفتح الربانی مجلس ٦٢)

جلاء الخواطر مجلس ۴۲ میں ارشاد ہوتا ہے:

''اپنے تمام کاموں میں قرآن و حدیث سے فتویٰ لو۔ جب تمہیں اپنے دین کے معاملے میں کوئی مشکل پیش آئے تو تم کہو اے قرآن تم کیا کہتے ہو؟ اے حدیث تم کیا کہتی ہو؟ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیا فرماتے ہیں؟ جب تم نے ایسا کیا تو تمہاری مشکل حل ہو جائے گی۔ جب تمہیں کسی چیز میں مشکل پیش آئے تو اس کے بارے میں ظاہر شریعت والوں (یعنی مفتیوں) سے پوچھو۔''

بدعت

دین صرف اور صرف اتباع کا نام ہے۔ یہاں وہی عمل قابل قبول ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہو۔ اپنی طرف سے نہ کسی عمل میں کمی کی اجازت ہے نہ زیادتی کی۔ ہر وہ کام جس کی کوئی دلیل قرآن و حدیث سے نہ ملتی ہو لیکن اس کو دین کا حصہ سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے بدعت ہے۔ اسی طرح کسی عمل کو اس کے درجے سے آگے بڑھا دینا بھی بدعت ہے۔

صحیح بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

حضرت شیخ نے اپنے مواعظ میں بار بار بدعت سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔الفتح الربانی مجلس ۴۷ میں فرماتے ہیں:

''اتباع کرو بدعتی مت بنو،موافقت کرو مخالف نہ بنو۔اطاعت کرو نافرمان نہ بنو۔''

فتوح الغیب کے وعظ نمبر ۳۶ میں ارشاد ہے:

''جو کوئی ایسا عمل کرے گا جس کے متعلق ہمارا حکم نہیں تو وہ عمل مردود (ٹھکرایا ہوا) و باطل ہے۔آپ کے اس ارشاد میں اعمال، اقوال اور رزق سب شامل ہیں۔''

بدعت میں کوئی خیر نہیں چاہے ظاہر میں یہ کتنی ہی اچھی لگے لیکن اللہ کے دربار میں قابل قبول نہیں ہے۔اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''بدبختی تمہاری تم اپنے اسلام کا دعویٰ کرتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہو۔اپنی نفسانی خواہش کے مطابق جو نئی چیز دین میں چاہتے ہو نکال لیتے ہو۔اپنے اسلام میں جھوٹے ہو۔تم اتباع کرنے والے نہیں ہو بلکہ دین میں نئی چیزیں نکالنے والے ہو۔تم موافق نہیں ہو بلکہ مخالف ہو۔کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح فرمایا اتباع کرو اور نئی چیز نہ نکالو۔سو تمہاری کفایت ہوتی۔تم دعویٰ اس (اتباع) کا کرتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مختلف کرتے ہو۔تمہارے لیے بزرگی نہیں۔'' (جلاء الخواطر مجلس ۴۰)

کامل ایمان

حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہ نہ چاہے جو اپنے نفس کے لیے چاہتا ہے۔یہ ارشاد ہے ہمارے سردار کا، ہمارے حاکم کا، ہمارے سپہ سالار کا، ہمارے سفیر کا، ہمارے شفیع کا جو زمانہ آدم سے لے کر قیامت تک کے سارے نبیوں، رسولوں اور صدیقوں کے پیشوا ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے کمال ایمان کی نفی فرما دی جو اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس جیسی چیز کو محبوب نہ سمجھے جس کو اپنے

لیے محبوب سمجھ رہا ہے۔پس جب تو نے اپنے نفس کے لیے اچھے کھانے اور نفیس کپڑے، اچھے مکان، حسین عورتیں اور کثرت مال کو محبوب سمجھا اور اپنے بھائی مسلمان کے لیے اس کے برخلاف پسند کیا تو اپنے کمال ایمان کے دعوے میں جھوٹا ہے۔''　　　(الفتح الربانی مجلس ۱۸)

اخلاق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

میزان (نامہ اعمال کی ترازو) میں کوئی چیز حسن اخلاق سے زیادہ وزنی نہ ہوگی۔　　　(ابوداود)

حضرت شیخ کا ارشاد ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں سے بہترین اخلاق سے ملو جلو۔ پس اگر تم مرگئے تو تم پر رحم ہوگا۔ اس وصیت کو سنو۔اس کو اپنے دلوں سے باندھ لو۔لوگوں کو چاہیے کہ نیک اخلاق دکھائیں، نیکی نیکی کرنے والے کے لیے راحت ہوتی ہے۔ برائی برائی کرنے والے کو مشقت میں ڈالنے والی اور دوسرے کے لیے تکلیف (کا باعث) ہوتی ہے۔مومن کو چاہیے کہ اپنے اخلاق بہتر بنانے کے لیے اپنے نفس سے جہاد کرے۔اس کو اس طرح لازم سمجھے جیسے تمام باقی عبادات میں مجاہدہ کرتا ہے۔''　　　(جلاء الخواطر مجلس ۴۰)

حسن معاملہ

ارشاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو نرمی اور فیاضی سے کام لیتا ہے جب کہ وہ بیچتا ہے اور خریدتا ہے اور جب (اپنے کسی حق کا) تقاضا کرتا ہے۔　　　(صحیح بخاری)

حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''احسان یہ ہے کہ تم دو اور اپنا کوئی ہی حق لو۔اور اگر تم سے ہو سکے تو اپنا سارا حق بخش دو۔اور اس پر اور چیز کا اضافہ کرو۔یہ بات تمہارے ایمان و یقین کی طاقت اور تمہارے اپنے پروردگار اعلیٰ پر بھروسہ کی طرف لوٹتی ہے۔جب تم تول کر دو تو بڑھا کر دو۔اللہ تعالیٰ قیامت میں تمہارے میزان کو

بڑھا دیں گے۔''　　　　(جلاء الخواطر مجلس ۴۳)

موت و مراقبہ موت

موت زندگی سے بھی بڑی حقیقت ہے۔ یہ ایسی حقیقت ہے کہ اس دنیا کے کسی انسان کو اس سے انکار نہیں۔ حضرت شیخ کا یہ ملفوظ اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے۔

''سارے غموں کا ساری خوشیوں کا، ساری دولتمندی کا، افلاس کا، سختی کا، آسانیوں کا، بیماریوں کا اور درد و تکالیف کا سب کا اختتام موت ہے۔ جو مر گیا اس کی قیامت تو آ گئی اور کے حق میں تو دور قریب آ لگا۔''　　　　(الفتح الربانی مجلس ۵۶)

الفتح الربانی مجلس ۳۷ میں ارشاد ہے:

''اے غافل! اے نادان! ہوشیار ہو جا تو دنیا کے واسطے نہیں پیدا کیا گیا بلکہ تو آخرت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ موت کا ڈرانے والا تیرے پاس آ چکا ہے اور وہ بالوں کی سفیدی ہے۔ تو ان سفید بالوں کو کاٹ دیتا ہے یا سیاہی سے ان کو بدل دیتا ہے۔ جب تیری موت آ جائے گی اس وقت کیا کرے گا؟ جب ملک الموت اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئیں گے تو ان کو کس چیز سے واپس کرے گا؟ جب تیرا رزق ختم ہو جائے گا اور تیری مدت پوری ہو جائے گی تب کون سی چال چلے گا؟ تو اس ہوس کو چھوڑ، دنیا کی بنیاد تو عمل پر ہے۔ جب تو یہاں عمل کرے گا تب آخرت پائے گا اور اگر عمل نہ کرے گا تو کچھ بھی نہ ملے گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

لذتوں کو کاٹنے والی (یعنی موت) کو بہت یاد کرو۔　　(ترمذی)

اس حدیث کی روشنی میں حضرت شیخ اپنا حال بتاتے ہیں:

''موت کو یاد رکھنا نفس کی بیماریوں کی دوا اور ان کا سر کچلنے کے لیے ہتھوڑا ہے۔ میں برسوں رات دن موت کو یاد کرتا رہا ہوں اور اس یاد کی بدولت مجھ کو فلاح نصیب ہوئی اور اس کی یاد سے میں اپنے نفس پر غالب ہو گیا۔''　　　　(الفتح الربانی مجلس ۶۲)

الفتح الربانی مجلس ۶۱ میں حضرت شیخ کا ارشاد ہے:

''درحقیقت پوری فکر کے ساتھ موت کی یاد ہر قسم کی خواہش کو ناگوار بنا دیتی ہے اور ہر خوشی کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔تو موت کو یاد رکھ اس سے کہیں بچاؤ نہیں۔''

اسی لیے صوفیائے کرام اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انسان دن میں کم از کم ایک بار اپنی موت اور اس کے بعد آنے والے حالات پر غور کرے۔

طول امل

''تم اپنی عمریں بے فائدہ ہی ختم کر رہے ہو۔میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ اپنی دنیا کے معاملے میں تو کوتاہی کرتے نہیں اور اپنے دین کے معاملے میں کوتاہی کرتے ہو۔اس کا برعکس کرو اچھے رہو گے۔دنیا کسی کے پاس بھی نہیں رہی اسی طرح تمہارے پاس بھی نہیں رہے گی۔جو شخص اپنی آخرت کو ویران کر کے دوسروں کی دنیا آباد کرتا ہے وہ اپنے دین کے ٹکڑے کر کے دوسروں کے لیے دنیا جمع کرتا ہے وہ اپنے اور اپنے اللہ کے درمیان پردہ ڈالتا ہے اور اپنی جیسی مخلوق کی رضامندی کے لیے اللہ کا غصہ اپنے اوپر لیتا ہے۔''　　(الفتح الربانی مجلس ۱۸)

محنت مزدوری اور کسب

جائز اور حلال روزی کے لیے کوشش کرنا اور اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنا دین اسلام کا تقاضا ہے۔ہاتھ پیر چھوڑ کر دوسروں کے مال پر نظر رکھنا دین اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اللہ اس مسلمان سے محبت کرتا ہے جو کچھ محنت کر کے روزی کماتا ہے۔　　(طبرانی)

اس طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''تجھ پر افسوس کہ تو نے کمائی کو چھوڑ دیا اور اپنے دین سے لوگوں کے مال کھاتا ہے۔محنت مزدوری تو تمام انبیا علیہم السلام کا طریقہ تھا۔ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کے لیے کوئی پیشہ نہ ہو۔اللہ تعالیٰ مومن فرمانبردار کو جو اپنی حلال کمائی کھاتا ہے محبوب بنا لیتا ہے۔محبت فرماتا ہے (اس سے)

جو کھائے اور کام بھی کرے۔'' (الفتح الربانی مجلس ۴۶)

حرام روزی

مال کی ہوس اور زیادہ سے زیادہ مال کمانے کا جذبہ بعض اوقات انسان کو غلط طریقے اختیار کرنے پر اکساتا ہے اور انسان دین وشریعت کی حدوں کو پار کر جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

جس نے دس درہم کا کپڑا خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔ (احمد)

الفتح الربانی کی مجلس نمبر ۴۸ حضرت شیخ فرماتے ہیں۔

''دینار آگ کا گھر ہے اور درہم غم کا گھر ہے خاص طور پر جب تو ان کو حرام طریقہ سے کمائے اور حرام طریقے سے خرچ کرے۔''

الفتح الربانی مجلس ۴۶ میں ارشاد ہوتا ہے:

''حرام غذا کھانا قلب کو مردہ بنا دیتا ہے اور حلال کھانا اس کو زندہ کرتا ہے۔''

جھوٹی قسم

مال کمانے کے غلط طریقوں میں سے ایک جھوٹی قسم کھانا بھی ہے۔ ابوداؤد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

قسم کھانا سامان (کے فروخت کرنے) کے لیے نفع بخش ہے اور وہ برکت کے ضائع ہوجانے کا سبب ہے۔

حضرت شیخ اس مضمون کو سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تجھ پر افسوس کہ اپنی تجارت کو جھوٹی قسم سے رواج دیتا اور اپنے دین کا نقصان کرتا ہے۔ اگر تجھے عقل ہوتی تو جانتا کہ اصل خسارہ یہی ہے۔ تو کہتا ہے کہ اللہ کی قسم اس جیسا مال شہر بھر میں کہیں نہیں اور نہ کسی کے پاس موجود ہے، اللہ کی قسم یہ اتنے کا ہے اور اللہ کی قسم مجھ کو اتنے میں پڑا ہے۔ حالانکہ تو اپنی ساری گفتگو میں جھوٹا ہے۔ پھر اپنے جھوٹ پر اللہ تعالیٰ کی قسم بھی کھاتا ہے کہ میں سچا

ہوں۔ بہت جلد تو اندھا اور اپاہج ہوگا۔''　　　　(الفتح الربانی مجلس ۱۲)

سود

دین اسلام میں سود اپنی ہر شکل میں حرام ہے۔ یہ اس قدر سنگین جرم ہے کہ قرآن پاک میں ان لوگوں کے خلاف جو اس سے باز نہیں آتے اللہ اور اس کے رسول کا اعلان جنگ ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَo فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖo (البقرۃ - ۲۷۸، ۲۷۹)

ترجمہ: مومنو! اللہ سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو خبردار ہو جاؤ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کے لیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

جو آدمی سودی مال جمع کرتا ہے تو اس کا انجام تنگدستی ہوتا ہے۔　　(ابن ماجہ)

حضرت شیخ نے بھی اپنی تعلیمات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ان کا قول ہے:

''سود کے قریب مت جاؤ، کہیں تمہارا پروردگار تم سے جنگ کرے اور تمہارے مال سے برکت اڑا دے۔''　　(جلا الخواطر مجلس ۴۰)

قناعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

کامیاب ہوا وہ شخص جس نے اسلام کو اختیار کیا، اسے رزق بھی بقدر ضرورت ملا اور اللہ نے اسے اس پر قانع بھی بنا دیا۔　　(صحیح مسلم)

حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''قناعت اختیار کر کیونکہ قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ ایسی چیز کا کیوں طالب ہوتا ہے جو تیرے لیے مقدر نہیں اور جو تجھ کو کبھی نہیں ملے گی۔ روک لے اپنے نفس کو اور جو کچھ ہے اسی پر راضی رہ اور اس کے سوا ہر چیز سے بے رغبت بن جا۔''　　(الفتح الربانی مجلس ۳)

سخاوت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اے آدم کے بیٹے! تو خرچ کر تجھ پر خرچ کیا جائے گا۔ (صحیح بخاری)

حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''خرچ کرو اور کنجوسی نہ کرو۔ اس واسطے کہ سخاوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور کنجوسی شیطان کی طرف سے۔'' (جلاء الخواطر مجلس ۴۰)

وصیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے:

جس مسلمان مرد کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس کے بارے میں وصیت کرنی چاہیے تو درست نہیں کہ وہ دو راتیں بھی اس طرح گزار دے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ (صحیح بخاری)

الفتح الربانی مجلس ۶۲ اور جلاء الخواطر مجلس ۱۰ میں حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''مومن کو سونا زیبا نہیں جب تک اس کا وصیت نامہ لکھا ہوا اس کے سر کے نیچے نہ رکھا ہو تا کہ اگر حق عزوجل بیدار کر دے تو بہتر ورنہ اس کے گھر والے اس کی وصیت کو تو پالیں گے کہ اس کے مرنے کے بعد اس سے نفع اٹھا کر اس کو دعائیں دیتے رہیں گے۔''

تربیت اولاد

حدیث شریف میں آتا ہے:

جب انسان مرجاتا ہے تو تین (اعمال) کے سوا اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے، صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔ (صحیح مسلم)

حضرت شیخ اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ جلاء الخواطر مجلس ۱۰ میں ارشاد ہے:

''جب تم نے اپنی اولاد کو لکھنا، قرآن پڑھنا اور عبادت کرنا سکھا دیا اور (اس تربیت سے) ارادہ حق تعالیٰ سے نزدیکی کا کیا تو یہ چیز تمہاری موت کے بعد تمہیں فائدہ دے گی۔''

ایک حدیث شریف میں آتا ہے:

اپنے بچوں اور اولاد کو بھلائی کی تعلیم دو اور ان کی تربیت کرو۔　　(حاکم)

جلاء الخواطر مجلس ۴۱ میں حضرت شیخ کا ارشاد ہے:

''اپنے آپ کو، اپنی اولاد کو اور اپنے گھر والوں کو بھلائی کے کام اور اس پر ہمیشگی کا عادی بناؤ۔''

جہاد

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے افضل کون سا انسان ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(وہ) مومن جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرتا ہے۔　　(صحیح بخاری)

اسی طرح اپنے نفس کی اصلاح بھی جہاد ہے۔ ان دونوں طرح کے جہادوں کے متعلق حضرت شیخ فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ نے تجھ کو دو جہادوں کی اطلاع دی ہے ایک ظاہری جہاد اور ایک باطنی جہاد۔ پس باطنی جہاد تو نفس وخواہش اور طبیعت اور شیطان سے لڑنا، گناہوں اور غلطیوں سے توبہ کرنا، اس توبہ پر قائم رہنا اور شہوتوں اور حرام چیزوں کا ترک کرنا ہے۔ ظاہری جہاد ان کافروں سے لڑنا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عناد رکھتے ہیں اور ان کی تلواروں، نیزوں اور ان کے تیروں کا مقابلہ کرنا کہ قتل کریں اور قتل کیے جائیں۔''　　(الفتح الربانی مجلس ۱۸)

قلت کلام اور تنہائی اختیار کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔

(صحیح بخاری)

حضرت شیخ کا ارشاد ہے:

''زبان سے وہ بات نکالو جو تم کو نفع دے اور اس کلام سے خاموش رہو جو نقصان پہنچائے۔ اگر تو

بولنے کا ارادہ کرے تو جو بات کہنی چاہتا ہے اول اس میں غور کر اور اس میں اچھی نیت قائم کر لیا کر اس کے بعد زبان سے نکال۔'' (الفتح الربانی مجلس ۴۲)

الفتح الربانی مجلس ۶۱ میں فرماتے ہیں:

''زیادہ بک بک اور بات چیت اور مال کو برباد کرنا چھوڑو۔ پڑوسیوں، دوستوں اور واقفیت والوں کے پاس بلاوجہ زیادہ مت بیٹھو کہ یہ بوالھواسی ہے۔ اکثر جہاں دو آدمی ہوتے ہیں ان میں جھوٹ اور غیبت چلتی ہے۔ سوائے اپنے اور اپنے بال بچوں کے ضروری کاموں کے جن کے بغیر گزارہ ہی نہ ہو کسی کو اپنے گھر سے باہر نہ نکلنا چاہیے۔''

غیبت

دین اسلام میں غیبت بہت بڑا گناہ ہے۔ قرآن پاک میں ایسا کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی دی گئی ہے جو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیبت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنے بھائی کا اس طریقہ سے ذکر کرنا کہ (اگر وہ سامنے موجود ہو تو) اس کو ناگوار محسوس ہو۔ (ابوداود)

حضرت شیخؒ کا اس بارے میں ارشاد ہے:

''پس غیبت سے بچو کہ وہ نیکیوں کو اس طرح کھا لیتی ہے جیسے آگ سوکھی ہوئی لکڑی کو کھا لیتی ہے۔ جس شخص کی تقدیر میں فلاح ہے وہ اس کی عادت کبھی نہیں ڈالتا اور جو غیبت میں مشہور ہو جاتا ہے اس کی عزت لوگوں میں کم ہو جاتی ہے۔'' (الفتح الربانی مجلس ۱۲)

بدنگاہی

حدیث شریف میں آتا ہے:

آنکھوں کا زنا (حرام) دیکھنا ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یقیناً دونوں آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا

اجنبی عورتوں کو دیکھنا ہے۔ اے مخاطب! تیری آنکھیں اجنبی نامحرم عورتوں اور امرد بچوں (جن کی داڑھی مونچھ نہ نکلی ہو) کو دیکھ کر کس قدر زنا کرتی ہیں۔'' (الفتح الربانی مجلس ۲۹)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے تو اسے طاقت سے بدل ڈالے اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو پھر زبان سے (اس کے خلاف) جہاد کرے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر اپنے دل میں ہی اس کو برا جانے اور یہ ایمان کا آخری درجہ ہے۔ (صحیح مسلم)

الفتح الربانی مجلس ۳۱ میں اس کی اہمیت اور فضیلت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے حضرت شیخ کہتے ہیں:

''جب تو نیک کام کے حکم اور گناہ سے روکنے پر قادر ہو تو اس میں کوتاہی مت کر کیوں کہ وہ خیر کا دروازہ ہے جو تیرے سامنے کھول دیا گیا ہے پس اس کے اندر داخل ہونے میں جلدی کر۔''

الفتح الربانی مجلس ۵۴ میں ارشاد ہے:

''نیک کام کی ترغیب دینا اور خلاف شرع کام سے روکنا میرے نزدیک خلوت خانوں کے ہزاروں عابدوں (کی عبادت) سے بھی زیادہ پسندیدہ عمل ہے۔''

فلاح کے کام

''مومن کی نیت اس کے تمام کاموں میں نیک ہوتی ہے۔ وہ دنیا میں رہ کر دنیا کے لیے ایک کام بھی نہیں کرتا۔ دنیا میں کوئی مکان بھی بناتا ہے تو آخرت کے لیے کہ مسجد بنواتا ہے، پل بنواتا ہے، مدرسے خانقاہیں بنواتا ہے، مسلمانوں کے لیے راستے اور سڑکیں صاف کرواتا ہے اور اس کے علاوہ بھی کوئی مکان بنواتا ہے تو بال بچوں کے لیے رانڈوں اور محتاجوں کے لیے یا رہنے کے لیے مکان جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ یہ ساری تعمیرات اس لیے کرتا ہے تاکہ آخرت میں اس کے لیے اس کا بدل تعمیر ہو۔'' (الفتح الربانی مجلس ۱۶)

صحت وفراغت

حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(اللہ کی) دو نعمتوں تندرستی اور فرصت کے متعلق اکثر لوگ خسارے میں رہتے ہیں۔ (صحیح بخاری)

حضرت شیخ نے اس حدیث کے ذیل میں فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو نعمتیں ہیں جس میں اکثر لوگوں کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ صحت وفراغت۔ پس صحت اور اپنی فراغت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے استعمال کرو۔ اس سے پہلے کہ تمہاری صحت کو کوئی مرض لگ جائے اور کوئی کام تمہاری فراغت لے اڑے۔ اپنی تنگدستی سے پہلے اپنی امیری کو غنیمت جانو اس لیے کہ امیری ہمیشہ نہیں رہتی۔''　　　　(جلاء الخواطر مجلس ۲۳)

رحمت

''رحمت مومنوں کی خوبیوں میں سے ہے۔ اور دل کی سختی کافروں کی نشانی ہے۔ جو تمہیں چھوڑے اس سے ملو۔ جو تمہیں نہ دے اس کو دو۔ اور جو تمہارے اوپر ظلم کرے اس کو معاف کرو۔ جب تم ایسا کرو گے تو تمہاری رسی اللہ کی رسی سے جڑ جائے گی۔''　　　　(جلا الخواطر مجلس نمبر ۳۹)

ظلم

صحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

ظلم سے بچو اس لیے کہ ظلم قیامت کے دن (ظالم کے لیے) تاریکیوں (مصیبتوں) کا سبب بنے گا۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''اے لوگو! اپنی جانوں پر ظلم کرو اور دوسروں پر ظلم نہ کرو۔ ظلم گھروں کو ویران کر دیتا ہے۔ اور ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔ دلوں اور چہروں کو سیاہ کر دیتا ہے اور روزی کو تنگ کر دیتا ہے۔ مظلوم کے رونے رلانے سے بچو اور مظلوم کا دل جلانے سے بچو۔ آپس میں ظلم نہ کرو کہ یہ قیامت کے دن اندھیرا ہوگا۔''　　　　(جلا الخواطر مجلس ۱۶ اور ۴۰ سے ماخوذ)

دنیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

تم دنیا کو اس طرح حاصل نہ کرو کہ اس میں منہمک ہو جاؤ۔ (ترمذی)

حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''تجھ پر افسوس دنیا ہاتھ میں رکھنی جائز، جیب میں رکھنی جائز، کسی اچھی نیت سے اس کا جمع کرنا جائز، باقی دل میں رکھنا جائز نہیں۔'' (الفتح الربانی مجلس ۵۱)

فتوح الغیب وعظ ۵ میں ارشاد ہوتا ہے:

''جب تو دنیا کو اس کی زینت، مکر وفریب، زہر قاتل، ظاہر میں نرم باطن میں سخت، اسے چھونے والے اور اس کے دھوکہ وفریب سے اس پر اترانے والے اور اس کی تباہ و برباد کرنے والی لذات سے، اس کی بے وفائی اور عہد شکنی سے غافل (مگر اس پر مٹے ہوئے) دنیا داروں کو دیکھے تو تو ایسا سمجھ جیسے کوئی ننگا پاخانے میں رفع حاجت کے لیے بیٹھا ہوا ہے اور اس (پاخانے) کی بدبو پھیلی ہوئی ہو۔ اور (یہ دیکھ کر) تو اپنی آنکھ اس منظر اور اپنی ناک اس کی بدبو سے بند کر لیتا ہے اسی طرح دنیا داروں کے پاس سامان (دنیا) دیکھ کر اس کی زینت، اس کے مزے اور اس کی لذات کی بدبو سے اپنی آنکھ اور ناک بند کر لے تاکہ دنیا اور آفات دنیا سے نجات پا سکے۔ تمہاری قسمت کی دنیا تمہیں ملے گی اور تم اس سے فائدہ اٹھاؤ گے یا تمہیں اس بات پر مبارک باد دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى (طٰہٰ-۱۳۱) یعنی ان چیزوں کی طرف مت دیکھو جو ہم نے زندگانی دنیا کی آسائش کے لیے کفار کو دی ہیں تاکہ ان کو فتنے میں ڈالیں اور ان کا امتحان کریں اور تیرے رب کا دیا ہوا رزق بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے۔''

حکمران

حدیث شریف میں آتا ہے:

جیسے تمہارے اعمال ہوں گے اسی طرح کے تم پر حکمران مقرر کیے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ)

''جیسا کرے گا ویسا بھرے گا جیسے تم ہوگے ویسے ہی تم پر حاکم ہوں گے۔تمہارے کرتوت ہی تمہارے حاکم ہیں۔'' (الفتح الربانی مجلس ۱۷)

اصلاح کی بنیاد

''چار چیزیں ہیں جن سے دل کی اصلاح ہوتی ہے۔ پہلی کھانے پر نظر (کہ حلال ہے یا حرام) دوسری اطاعت کے لئے فارغ ہونا، تیسری کرامت کی حفاظت اور چوتھی تمام ان چیزوں کو چھوڑ دینا جو اللہ سے غافل بنا دیں۔'' (ملفوظات شیخ)

تقوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

دین میں سب سے افضل چیز تقوی (پرہیزگاری) ہے۔ (طبرانی)

حضرت شیخ تقوی کی حقیقت بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سچا تقوی یہ ہے کہ جس کام کو کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس کو کرے اور جس کو چھوڑنے کو فرمائے اس کو چھوڑ دے اور اس کے افعال و مقدرات اور تمام مصیبتوں پر صبر کرے۔''

(الفتح الربانی مجلس ۵۵)

الفتح الربانی مجلس ۵۲ میں ارشاد ہے:

''حقیقی تقوی یہ ہے کہ جو کچھ تیرے دل میں ہے اگر تو اس کو جمع کر کے ایک کھلے طباق میں رکھ دے اور اس کو لے کر بازار میں گشت لگائے تو اس میں سے ایک چیز بھی ایسی نہ ہو جس پر (تجھے) شرم آئے۔''

بڑا کون؟

''بڑے وہی ہیں جو متقی ہوں، نیکوکار ہوں، محتاط ہوں، علم پر عمل کرنے والے ہوں اور عمل میں اخلاص والے ہوں۔ بڑے وہی ہیں جن کے دل صاف ہوں، اللہ کے علاوہ ہر چیز کو چھوڑنے والے ہوں اور بڑے دل وہی ہیں جو اللہ کی معرفت والے ہوں، علم والے ہوں اور اس سے قریب ہوں۔'' (الفتح الربانی مجلس ۱۰)

اللہ دیکھ رہا ہے

''جس بھلائی اور برائی، سچ اور جھوٹ، خلوص اور شرک اور فرمانبرداری اور نافرمانی میں تم لگے ہوئے ہو اللہ تعالیٰ ان سب سے خبردار، نگہبان، حاضر و ناظر ہیں۔ تم اللہ تعالیٰ کے دیکھنے سے شرم کرو اور ایمان کی آنکھ سے دیکھو۔ کیا تم کو یہ نصیحتیں کافی نہیں ہیں۔ اگر تم نصیحت پکڑو اور اپنے دلوں کے کانوں سے سنو تو تمہیں اپنی خلوت اور جلوت میں اپنے پروردگار اعلیٰ کی طرف سے یہی ڈر کافی ہو جائے۔'' (جلاء الخواطر مجلس ۴۰)

تعلق مع اللہ

''اپنے اللہ سے تیرے ڈرنے کی وجہ سے ہر چیز تجھ سے ڈرے گی اور اپنے رب کے لیے تیرے فرمانبردار بن جانے کی وجہ سے ہر چیز تیری فرمانبردار بن جائے گی۔ جو اللہ سے ڈرا ہے ہر چیز اس سے ڈرنے لگی ہے اور جو اللہ سے نہیں ڈرا اللہ اس کو ہر چیز سے ڈرنے والا بنا دیتا ہے۔ جس نے اللہ کی خدمت کی ہے اللہ نے ہر چیز کو اس کا خادم بنا دیا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں میں سے کسی کا ذرہ برابر عمل ضائع نہیں فرماتا۔ جیسا تو معاملہ کرے گا ویسا ہی تیرے ساتھ معاملہ کرایا جائے گا۔'' (الفتح الربانی مجلس ۵۵)

اس تعلق مع اللہ کی علامتیں کیا ہیں حضرت شیخ بتاتے ہیں:

''تم اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور تم اس کا کہا مانتے نہیں۔ محبت تو آخر کار احکام پر عمل کرنے اور منع کی ہوئی چیزوں سے ہٹ جانے، ملی ہوئی چیز پر قانع ہونے اور فیصلہ خداوندی پر راضی

ہو جانے کے بعد ہی ہوا کرتی ہے۔'' (جلاء الخواطر مجلس ۲۷)

الفتح الربانی مجلس ۲۰ میں ارشاد ہوتا ہے:

''شرط محبت یہ ہے کہ محبوب کے ساتھ نہ تیرا ارادہ باقی رہے اور نہ تجھ کو اس محبوب سے کوئی چیز اور مخلوق دنیا یا آخرت میں روک سکے۔''

وصول الی اللہ

''وصول الی اللہ کی دو قسمیں ہیں۔ایک وصول عام ہے اور ایک وصول خاص۔وصول عام تو وہ ہے جو موت کے بعد ہوتا ہے۔اور وصول خاص بعض لوگوں کے دلوں کا موت سے پہلے اللہ تعالیٰ سے ملنا ہے اور وہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے نفسوں کی پوری مخالفت کرتے ہیں اور نفع اور نقصان کے متعلق مخلوق سے باہر ہو جاتے ہیں۔ پس وہ جب اس پر مداومت کرتے ہیں تو اللہ تک پہنچ جاتے ہیں۔'' (الفتح الربانی مجلس ۶۲)

ولی اور ولایت

''ولایت دنیا اور آخرت میں اہل تقوی کی ہے۔'' (الفتح الربانی مجلس ۳۸)

الفتح الربانی مجلس ۵۴ میں ارشاد ہوتا ہے:

''ولایت کی بنیاد توحید ہے اور اعمال صالحہ اس کی عمارت ہے۔''

جلاء الخواطر مجلس ۴۳ میں ارشاد ہوتا ہے:

''عصمت ہدایت اور ولایت کے لیے شرط نہیں۔انبیا علیہم السلام کے بعد عصمت نہیں۔''

ولی کی علامتوں کے بارے میں حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''ولی کی علامت یہ ہے کہ اللہ کے بھروسہ پر ہر چیز سے بے فکر ہو اور ہر شے کو چھوڑ کر اللہ پر قناعت ہو اور ہر بات میں اللہ کی طرف رجوع ہو۔'' (ملفوظات شیخ)

الفتح الربانی مجلس ۵۳ میں ارشاد ہوتا ہے:

''دوسری علامتوں کے علاوہ ولی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ مخلوق کی اذیت پر صبر اور ان سے

درگذر کرتے ہیں۔"

ولی کا باطنی حال بتائے ہوئے حضرت شیخ فرماتے ہیں:

"تم پر افسوس! اللہ والوں کے عمل قلبی حیثیت سے کچھ اور ہی ہوتے ہیں۔ وہ شریعت کی مصاحبت اور اس کی حدود کو محفوظ رکھ کر تقدیر کے ساتھ گھومتے رہتے ہیں۔ ظاہر میں بھی باطن میں بھی۔ چھپے بھی اور کھلے بھی۔ خالق کے ساتھ بھی اور مخلوق کے ساتھ بھی۔ ہر بزرگ کی بزرگی اور ہر حقدار کے حق کا خیال رکھتے ہیں۔ کتاب اللہ کا حق کتاب اللہ کو دیتے ہیں اور سنت نبویہ کا حق سنت نبویہ کو دیتے ہیں۔ اور ان کے قلوب میں جو حق تعالیٰ کا علم ہے اس کا حق اس کو دیتے ہیں۔ اہل وعیال کے حقوق اہل وعیال کو دیتے ہیں۔ نفس کا حق نفس کو۔ قلب کا حق قلب کو اور مخلوق کے حقوق مخلوق کو۔" (الفتح الربانی مجلس ۶۲)

الفتح الربانی کی مجلس ۶۱ میں ارشاد ہوتا ہے:

"اہل اللہ، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں رات کو دن سے ملاتے ہیں اور باوجود اس کے وہ خوف اور اندیشہ کی حالت میں رہتے ہیں کہ ان کو ڈر لگا رہتا ہے سوء خاتمہ کا۔ وہ اپنے متعلق حکم خداوندی سے ناواقف ہیں۔ وہ اپنے رب کا اپنی زبانوں اور قلوب سے ذکر کرتے رہتے ہیں۔"

قرب الٰہی کا نتیجہ

"جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے حدیث قدسی نقل فرمائی ہے کہ قرب کے طلب کرنے والوں نے فرائض ادا کرنے سے زیادہ کسی چیز سے بھی میرا قرب نہیں پایا اور بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا مقرب بنتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں پھر جب میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کی سماعت، بصارت، ہاتھ اور پشت پناہ بن جاتا ہوں کہ مجھی سے سنتا ہے اور مجھی سے دیکھتا ہے اور مجھی سے تھامتا ہے۔" (الفتح الربانی مجلس ۳۹)

فتوح الغیب کے وعظ ۵۶ میں اس کی وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

"پھر بندہ صرف اللہ کو اختیار کرتا ہے۔ وہ اللہ کے ارادے کے ساتھ اپنا ارادہ اور اس کی تدبیر کے

ساتھ اپنی تدبیر کرتا ہے اور اسی کی چاہت میں اس کی چاہت ہوتی، اسی کی رضا پر راضی رہتا ہے، اس کے حکموں کو مانتا ہے۔''

اس بات کا حاصل یہ ہے کہ بندہ اپنے اسلام کو کامل کر لیتا ہے۔ یعنی وہ کامل فرمانبرداری اختیار کر لیتا ہے اس لیے کہ اسلام نام ہے کامل فرمانبرداری کا۔ حضرت شیخ کے مطابق اسلام کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سامنے گردن جھکانے اور سب کچھ اس کے حوالے کر دینے کا نام ہے۔ (الفتح الربانی کی مجلس ۱۸)

اس قرب الٰہی کی وضاحت حضرت شیخ نے فتوح الغیب کے وعظ نمبر ۱۰ میں بھی فرمائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اولیائے کرام کو نیک کاموں کی بھرپور توفیق دی جاتی ہے۔ اور وہ اپنے اعمال میں اسی توفیق الٰہی کے منتظر رہتے ہیں اور اسی کے تحت اپنے اعمال بجالاتے ہیں اس طرح کرنے میں بندہ کی تمام حرکات و سکنات اللہ کی طرف منسوب ہوں گی۔

نیک بندوں کا حال

''اللہ کے بندے دن میں روزہ رکھتے ہیں اور رات کو نماز میں کھڑے ہوتے ہیں۔ جب تھک جاتے ہیں زمین پر گر پڑتے ہیں اور کچھ راحت پاتے ہیں۔ سو ان کی کروٹوں کی جگہ بدلتی رہتی ہے۔ چنانچہ اٹھ بیٹھتے ہیں۔ اور اس پر عمل کرتے رہتے ہیں۔ اپنے پروردگار کو ڈر اور امید سے پکارتے ہیں رد ہونے سے ڈرتے ہیں اور مقبولیت کی امید لگاتے ہیں۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم نے درست، پورا اور اخلاص سے، خود بینی اور تکبر سے خالی کام نہیں کیا۔ سو رد ہونے سے ڈرتے ہیں۔ پھر اپنے کام کے مقبول ہونے کی امید کرتے ہیں کہ وہ بلاشبہ مہربان ہے، تھوڑا قبول کرنے والا اور زیادہ دینے والا ہے۔ پرانے خراب موتی کو قبول کرنے والا ہے اور نئے اچھے بخش دیتا ہے۔ کھوٹی پونجی قبول کر لیتا ہے اور پورا ناپ کر دے دیتا ہے۔ اسی طرح رہتے ہیں یہاں تک کہ مدت پوری ہو جاتی ہے اور ان کے دل خالق سے مل جاتے ہیں۔'' (جلاء الخواطر مجلس ۳۰)

استغفار

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص استغفار کو اپنی عادت بنا لے تو اللہ ہر قسم کی تنگی سے نکلنے کی راہ اس پر کھول دے گا اور ہر غم وفکر سے اسے نجات دے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔ (ابوداؤد)

حضرت شیخ کا فرماتے ہیں:

''استغفار کو اپنی زبان کی عادت بنا اور گناہوں کے اقرار کو اپنے دل کی عادت بنا اور سکون کو اپنے باطن کی عادت۔'' (ملفوظات شیخ)

صحبت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

انسان اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے اس لیے تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ دیکھ لے کہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔ (ترمذی)

حضرت شیخ نے فرمایا:

''اگر مخلوق کے میل جول کے بغیر چارہ ہی نہ ہو تو بس تقوی والے زاہدوں سے مل جل جو باعمل اور اللہ تعالیٰ کے طالب ومطلوب ہوں۔ اسی سے مل جو تجھ سے مخلوق کو لے لے اور اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے۔'' (الفتح الربانی مجلس ۵۰)

''تیرا شیطان، تیری خواہش، تیری طبیعت اور تیرے برے دوست سب تیرے دشمن ہیں۔ بس ان سے بچ۔ کہیں تجھے ہلاکت میں ڈال دیں۔ علم سیکھ تا کہ تجھے معلوم ہو کہ ان سے دشمنی اور احتیاط کرنے کا کیا طریقہ ہے۔'' (الفتح الربانی مجلس ۵۳)

ناجائز اجتماع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

آدمی کسی عورت سے تنہائی میں نہیں ملتا مگر شیطان ان کے ساتھ تیسرا ہوتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''اے منافق! اے دجال! تو مجسم نفس اور خواہش نفس بنا ہوا ہے۔ تم نامحرم عورتوں اور بچوں کے

پاس بیٹھتے ہو پھر تم کہتے ہو کہ میں ان کی پرواہ نہیں کرتا۔ جھوٹ کہتے ہو اور نہ شریعت تمہاری اس بات کی موافقت کرتی ہے۔“ (جلاء الخواطر مجلس ۸)

اسی طرح امردوں یعنی ایسے بچے جن کی ابھی داڑھی مونچھ نہیں نکلی ان کے ساتھ بھی تنہائی ناجائز ہے۔

غنیۃ الطالبین، آداب سفر میں حضرت شیخ فرماتے ہیں:

”امردوں کی صحبت اور ان کا قرب شیطانوں سے بھی دوستی سے زیادہ خطرناک ہے۔ ان کا قرب ہوس پرستی، فتنہ انگیزی، نفسانی عیوب اور تہمت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔“

توبہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ہر انسان خطا کار ہے اور بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں۔ (ترمذی)

حضرت شیخ فرماتے ہیں:

”توبہ واستغفار ہر حال میں بندہ کی دو صفتیں ہیں اور یہ دونوں صفتیں حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کی میراث ہیں۔“ (فتوح الغیب وعظ ۷)

الفتح الربانی مجلس ۲۶ میں فرماتے ہیں:

”تقوی دوا ہے اور اس کا چھوڑنا مرض ہے۔ توبہ کرو توبہ دوا ہے اور گناہ مرض۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اپنے صحابہ سے فرمایا کیا تم کو نہ بتاؤں کیا چیز تمہاری دوا ہے اور کیا چیز تمہارا مرض ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں حضرت۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا مرض تو گناہ ہیں اور اس کی دوا توبہ ہے۔“

حسن خاتمہ

”کسی عمل پر مغرور مت ہو کیونکہ اعمال کا اعتبار خاتمہ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست لازمی سمجھ کہ وہ تیرا خاتمہ بخیر فرما دے اور اس عمل پر تیری روح قبض فرمائے جو اس کو سب سے زیادہ پیارا ہو۔ جب تو توبہ کرلے اور تو بچ اور بہت بچ کہ اس کو توڑ بیٹھے اور پھر گناہ کی طرف لوٹ

جائے۔کوئی بھی کہے تو اپنی توبہ سے ہرگز نہ ہٹنا۔"　　　　(الفتح الربانی مجلس ۱۸)

جامع نصیحت

"اے غافلو! اپنا ساتھ چھوڑنے والی چیز کم لو اور ساتھ نہ چھوڑنے والی چیز زیادہ لو۔نیک عمل کرو، روزہ رکھو اور اپنے روزے میں اخلاص اختیار کرو۔ حج کرو اور اپنے حج میں اخلاص اختیار کرو۔زکوٰۃ دو اور اپنی زکوٰۃ میں اخلاص اختیار کرو۔اپنے رب جلیل کو یاد کرو اور اس کی یاد میں اخلاص اختیار کرو۔نیک لوگوں کی خدمت کرو اور ان کے نزدیک ہو جاؤ۔اور ان کی خدمت کے سلسلہ میں اپنے اندر اخلاص پیدا کرو۔اپنے ہی عیبوں کو ٹٹولنے میں مشغول رہو اور دوسروں کے عیبوں سے پرہیز کرو۔اچھی بات کا حکم دو اور بری بات سے منع کرو۔لوگوں کی ٹوہ میں نہ لگو اور ان کی پردہ دری نہ کرو۔ جو ظاہر کرتے ہیں اسے برا جانو اور جو چھپاتے ہیں اس کا تم پر ذمہ نہیں۔اپنے ہی دلوں کی اصلاح میں مشغول رہو۔تم پر دوسروں کی ذمہ داری نہیں۔ بے مقصد کی بات چیت نہ کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد کی مسلمانی یہ ہے کہ بے فائدہ قسم کی چیزوں کو چھوڑ دے۔تمہارے عیب تمہاری مدد کرتے ہیں اور دوسروں کے عیب تمہاری مدد نہیں کرتے۔کہا مانو، نیک بنو اور غصہ نہ کرو۔اللہ کی نافرمانی نہ کرو۔کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، تمہارا مخلوق اور اسباب پر بھروسہ کرنا شرک ہے۔کم نصیبی تمہاری تم پاگل ہو۔ ناراضگی اور اعتراض تمہیں کوئی چیز دیتے ہیں یا تم سے کسی چیز کو دور کرتے ہیں؟ تمہارا غصہ کسی چیز کو آگے یا پیچھے کر دیتا ہے؟ بلا نازل کرنا اور بلا کو دور کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اسی نے بیماری اتاری اسی نے دوا پیدا کی ہے محض تمہیں آزمانا چاہتا ہے تا کہ تمہاری پہچان ہو جائے۔اور تمہیں بلا کے نازل کرنے سے اپنی نشانیاں اور اپنی قدرت دکھا دے اور اس کو اٹھا کر تمہیں اپنا کہا دور کر کے دکھا دے۔اور مصیبتوں کا رکھنا تو اللہ تعالیٰ کے دروازے تک پہنچوانا کھٹکھٹانا ہے اور بندہ اور اللہ تعالیٰ کے دل کو ملانا ہے۔مصیبتوں پر غصے مت ہو۔چونکہ یہ تمہاری اصلاح کرنے والی ہیں جن کو تم پسند نہیں کرتے ہو کیوں اور کیسے کو درمیان سے نکال دو۔جب تم مصیبت پر صبر کرو گے تم ظاہری اور باطنی گناہوں سے پاک ہو جاؤ

گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک مومن زمین پر چلتا ہے مصیبت تو اس کے لیے رہتی ہی ہے۔اور ایسا ہونا اس حق میں برا نہیں بلکہ مصائب اس کی غلطیوں کو نامہ اعمال سے اڑا دیتے ہیں اور ان فرشتوں کو بھی بھلا دیتے ہے جنھوں نے ان کو لکھا ہوتا ہے۔''

(جلاء الخواطر مجلس ۳۰)

حضرت شیخ کی دعائیں

قلائد الجواہر میں حضرت شیخ دوران وعظ یہ دعائیں پڑھا کرتے تھے۔

''اے اللہ، ہم تیرے تعلق کی پناہ میں آنا چاہتے ہیں تیری دوری سے بچنے کے لیے۔اور تیرے قرب کی پناہ میں آنا چاہتے ہیں تیرے دھتکارنے سے۔اور تیری قبولیت کی پناہ میں آنا چاہتے ہیں تیرے رد کرنے سے۔اور ہم کو اہل طاعت اور اپنے دوستوں میں سے بنا لے۔اور اے ارحم الراحمین ہمیں اپنے شکر اور حمد کرنے کا اہل بنا دے۔اے اللہ ہم تجھ سے ایسے ایمان کے طلبگار ہیں جو تیرے حضور پیش کیا جا سکے اور ایسا یقین طلب کرتے ہیں جس کی وجہ سے تیرے سامنے کھڑے ہو سکیں اور ایسی حفاظت چاہتے ہیں جو ہمیں گناہوں کے غاروں میں گرنے سے بچا دے اور وہ رحمت طلب کرتے ہیں جس کے ذریعے ہم عیوب کی نجاست سے پاک رہیں اور ایسا علم عطا کر جس کے ذریعے تیرے حکموں اور منع کی ہوئی باتوں کو سمجھ سکیں۔اور وہ فہم عطا کر جس سے ہم تجھ سے مناجات کا طریقہ جان لیں۔اور ہمیں دنیا اور آخرت میں اپنی ولایت کا اہل بنا دے اور ہمارے دلوں کو اپنے نور معرفت سے لبریز کر دے اور ہماری عقل کی آنکھوں میں ہدایت کا سرمہ لگا اور ناجائز خواہشات کے جال میں پھنسنے اور ہلاکت سے بچا لے۔اور شہوات کو ترک کر کے نماز قائم کرنے میں ہماری اعانت فرما اور ہمارے نامہ اعمال میں سے بداعمالیوں کو نیکیوں کے ہاتھ سے مٹا دے۔اور ہمیں ایسا بنا دے کہ اہل جود و کرم کے سامنے اپنی آرزوئیں پیش کرنے کے قابل ہی نہ رہیں اور قبر کے تاریک ماحول میں ہماری اعانت کر اور ہمارے اعمال سے قیامت کے دن درگذر فرما۔اور اپنے اس ضعیف بندے کو اجر عطا کر جس نے لوگوں کو جمع کیا اور اس کی

لغزشوں سے محفوظ کر دے۔ مجھے اور تمام حاضرین کو اچھی بات کہنے اور نیک عمل کی توفیق عطا کر اور اس (بندے) کی زبان پر وہ بات جاری کر دے جس سے سننے والے فائدہ حاصل کر سکیں اور جس کے خضوع سے ان کے آنسو جاری ہو جائیں اور وہ خوف وخشیت عطا فرما جس سے دل نرم ہو جائیں اور اس عبد ضعیف کی اور حاضرین کی اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما۔'' (قلائد الجواہر)

اللہ کا طلبگار

''جو اللہ سے محبت کرتا ہے وہ غیر اللہ کی جانب نہیں دیکھتا۔ جو اللہ کے راستے پر گامزن ہوتا ہے وہ اللہ تک یقیناً پہنچ جاتا ہے۔ جس کے اندر اللہ کی طلب پیدا ہو جائے وہ اللہ سے انس کرنے لگتا ہے اور غیر اللہ کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس کا وقت صرف اللہ ہی کے لیے ہو جاتا ہے۔'' (قلائد الجواہر)

سچا مومن

''یقیناً سچا مومن وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہے اور وہی جنتی بھی ہوگا اور اس کا اعتبار اس وقت ہے جب ایمان پر خاتمہ ہو اور کسی کو ایمان پر خاتمہ ہونے کی خبر نہیں اس لیے مناسب یہ ہے کہ ڈرتا بھی رہے اور امید بھی رکھے۔ اعمال کی درستی بھی کرتا رہے اور اندیشہ کے ساتھ ساتھ امیدوار بھی رہے یہاں تک کہ نیک اعمال پر خاتمہ ہو جائے۔'' (غنیۃ الطالبین، ایمان کی تعریف)

توکل

''توکل اللہ کے سوا باطن کو خالی کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغولیت اختیار کر لینے کا اور غیر اللہ سے بالکل فارغ ہو جانے کا نام ہے۔'' (قلائد الجواہر)

حضرت شیخ کا ایک ملفوظ ہے:

''توکل نام ہے اسباب کے قطع کرنے کا اور سبب کو چھوڑ دینے کا۔''

صبر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

جس کو صبر کی توفیق مل گئی اس سے بہتر اور عمدہ نعمت کسی کو نہیں ملی۔ (صحیح بخاری)

حضرت شیخ الفتح الربانی مجلس ۴۲ میں فرماتے ہیں:

''صبر اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کی موافقت کرنے کا نام ہے کہ جس کا علم اس کو پہلے ہی سے ہے اور اس کی مخلوق میں سے کسی کو بھی اس کو مٹا دینے کی قدرت نہیں ہے۔''

شکر

نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کسی کو کوئی نعمت ملے اور وہ اس کا ذکر کرے تو اس نے اظہار شکر کیا اور جس نے اسے چھپایا اس نے نعمت کا انکار کیا۔ (ابوداود)

الفتح الربانی کی مجلس ۲۲ میں حضرت شیخ کہتے ہیں:

''ہر وہ نعمت جو حق تعالیٰ کے شکر سے خالی ہو وہ عذاب ہی عذاب ہے۔حق تعالیٰ کی نعمتوں کو شکر کے ذریعے قید کرلو۔حق تعالیٰ کی نعمتوں کی شکر گزاری کے دو جز ہیں۔ایک یہ کہ ان نعمتوں سے طاعتوں پر مدد چاہی جائے اور حاجت مندوں کی غم خواری و مدد ہو۔ دوم یہ کہ اللہ کی ان نعمتوں کا اعتراف کرے اور ان کے نازل فرمانے والے یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔''

فتوح الغیب وعظ نمبر ۵۹ میں فرماتے ہیں:

''دل اور زبان سے شکر کے علاوہ اعضا سے شکر ادا کرنا یہ ہے کہ انہیں صرف اللہ ہی کی اطاعت میں حرکت دے اور استعمال کرے۔''

زہد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

دنیا کے سلسلے میں زہد یہ نہیں کہ حلال کو اپنے اوپر حرام کرلیا جائے اور مال کو ضائع کیا جائے بلکہ دنیا کے سلسلے میں زہد یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہو اس سے کہیں زیادہ اعتماد اور بھروسہ اس پر ہو جو اللہ کے ہاتھوں میں ہے۔ (ترمذی)

حضرت شیخ کا ارشاد ہے:''زہد حقیقت میں عمدہ نیت کا نام ہے۔''　　(الفتح الربانی مجلس ۲۹)

مزید ارشاد ہوتا ہے:

''اے صاحبزادے! طرح طرح کی غذائیں کھایا کر زہد کے ہاتھ سے نہ کہ رغبت کے ہاتھ سے۔ جو شخص کھائے اور روئے وہ اس شخص کی طرح نہیں ہوسکتا جو کھائے اور ہنسے۔ مختلف کھانے کھا مگر اس طرح کہ تیرا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو پس تو کھانے کی برائی سے محفوظ رہے گا۔ جب تو طبیب کے ہاتھ سے کھائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اکیلا ایسی چیز کھائے جس کی اصلیت تجھ کو معلوم نہ ہو (کہ حلال ہے یا حرام)۔''　　(الفتح الربانی مجلس ۲)

ورع

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

جو بات تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر وہ بات اختیار کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے۔　　(ترمذی)

حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''ورع کنایہ ہے۔ ہر شے سے رکنے اور اس کی طرف سے ترک رجوع کا جب تک اس کے بارے میں شریعت کا حکم حاصل نہ ہو جائے۔ اگر وہ کام شریعت میں موجود ہے تو اس کو اختیار کرے ورنہ اس کو ترک کردے۔''　　(قلائدالجواہر)

تکبر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

کیا میں تمھیں خبر دوں کہ اہل دوزخ کون ہوں گے؟ ہر سرکش، درشت خو، متکبر۔　　(صحیح بخاری)

''اے کم عقل تو تکبر کے ذریعے سے عزت و رفعت کا طالب ہے اس کا برعکس کر (اور تواضع اختیار کر) کہ کام ٹھیک ہوجائے گا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جس نے اللہ کے واسطے تواضع اختیار کی اس کو اللہ تعالیٰ نے رفعت بخشی اور جس نے تکبر کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے نیچا دکھایا۔''　　(الفتح الربانی مجلس ۵۶)

حسد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

حسد سے بچو اس لیے کہ حسد نیک کاموں کو اس طرح کھا لیتا ہے کہ جس طرح آگ لکڑی یا گھاس کو کھا لیتی ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت شیخ نے فرمایا:

''اپنے آپ کو بچا اس بات سے کہ کسی خوشحال سے جھگڑا کرے کہ اس کو خوشحالی کیوں ملی کیونکہ تیرے جھگڑا کرنے اور حسد کرنے سے اس کا کچھ نہ بگڑے گا وہ تو محفوظ اور ترقی کرتا رہے گا اور تو تباہ اور ذلیل و خوار ہوگا۔'' (الفتح الربانی مجلس ۴۸)

ہمت

''ہمت نام ہے اپنے نفس کو دنیا کی محبت سے اور اپنی روح کو تعلق عقبی سے خالی کر لینے اور اپنے ارادوں کو اپنے رب کے ارادوں کے ساتھ وابستہ کر دینے اور اپنے باطن کو کائنات سے خالی کر دینے کا خواہ ایک لمحہ ہی کے لیے کیوں نہ ہو۔'' (قلائد الجواہر)

فنا کیا ہے؟

''حکم الٰہی کی تعمیل کے لیے مخلوق سے فنا (علیحدگی) اختیار کرو۔ اسی طرح تمہاری خواہشات کو حکم الٰہی کے اور ارادوں کو فعل خداوندی کا مظہر بنا دیا جائے گا۔ مخلوق سے علیحدگی کی علامت یہ ہے کہ تم ان سے اپنی تمام امیدیں قطع کر لو۔'' (فتوح الغیب وعظ ۶)

فتوح الغیب میں اس کی مزید وضاحت فرماتے ہیں:

''(اور اس فنا کے بعد) پھر بندہ محض روح باقی رہ جاتا ہے۔ (اور اب) وہ نہیں دیکھتا مگر اللہ عز و جل کے احکام کو اور اضطراری طور پر (بلا اختیار) صاحب یقین اور موحد (اللہ کو ہر لحاظ سے ایک ماننے والا) بن جاتا ہے اور پھر وہ یقین کرتا ہے کہ حقیقت میں اللہ کے سوا کوئی فاعل حقیقی نہیں اور حرکت و سکون، بھلائی اور برائی، نفع اور نقصان، دینا اور نہ دینا، کھولنا اور بند کرنا، موت و حیات،

عزت و ذلت، تونگری اور محتاجی اللہ کے سوا کسی کے قبضے میں نہیں۔ بس اس وقت بندہ اس مقام قضا و قدر (پر پہنچ کر) ایسا ہو جاتا ہے جیسے دایہ کے ہاتھ میں شیر خوار بچہ، غسل دینے والے کے ہاتھ میں مردہ اور چوگان (پولو) کھیلنے والے کے سامنے گھومنے والی گیند۔ کہ وہ اسے ایک حال سے دوسرے حال پر، ایک وضع سے دوسری وضع پر، ایک فعل سے دوسرے فعل پر پلٹاتا اور پھراتا جاتا ہے۔ اور اس کو اپنے حق میں اور غیر کے حق میں کسی طرح حرکت کرنے کی قدرت باقی نہیں رہتی۔''   (فتوح الغیب وعظ ۳)

حقیقی وجد

''اپنے راز کی نگہداشت میں کوشش کر۔ جب تک بھی تجھ کو نگہداشت کی طاقت ہے۔ پس جب غلبہ ہو تب تو معذور ہے۔ جو شخص بناوٹ کر کے مصنوعی وجد میں آئے اس کے باہر نکال دینے کا حکم ہوتا ہے اور رہا مکلّف و مغلوب اس کے قدم کی خاک کا سرمہ بنایا جاتا ہے۔ اس لیے کہ پہلا نفسانی تھا اور دوسرا قلبی۔ یہ خلق کی طرف منسوب تھا اور یہ رب کی طرف منسوب ہے۔''

(الفتح الربانی مجلس ۴۸)

مرید کسے کہتے ہیں؟

''مرید یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب وہ ہے جس میں یہ سب اوصاف بتمام و بکمال موجود ہوں: وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور اس کی اطاعت کی جانب متوجہ رہے۔ اللہ کے سوا اس کو بیزاری ہو۔ وہ اللہ کے سوا کسی اور چیز کو قبول کرنے سے نفرت کرے۔ اور اپنے رب کی سنتا ہو اور کتاب و سنت کے احکام پر عمل پیرا ہو۔ غیر اللہ کی جانب سے بہرا ہو۔''   (غنیۃ الطالبین، آداب المریدین)

آفات نفس کیا ہیں؟

''دوسرے لوگوں کی زبان سے اپنی تعریف سننا اور مدح سرائی سے نفس کو لذت اندوز ہونا نفس کے لیے آفت ہے۔''   (غنیۃ الطالبین، آفات نفس)

تواضع کسے کہتے ہیں؟

صحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اللہ نے مجھے وحی کے ذریعے حکم دیا ہے کہ تم تواضع اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''تواضع یہ ہے کہ بندہ جس سے بھی ملے اس کو اپنے مقابلے میں بہتر سمجھے اور یہ خیال کرے کہ ممکن ہے کہ یہ شخص اللہ کے نزدیک مجھ سے ہزار درجہ بلند اور بہتر ہو۔'' (غنیۃ الطالبین)

اسم اعظم

''لفظ اللہ اسم اعظم ہے لیکن اس کا اثر اس وقت ظاہر ہوتا ہے اور اس اسم کے ذریعے دعائیں اس وقت قبول ہوتی ہیں جب تمہارے دل میں اللہ کے سوا کسی غیر کا تصور نہ ہو۔'' (قلائد الجواہر)

باب ۸: کرامات شیخ رحمۃ اللہ علیہ

کرامت کی حقیقت

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں ایک قانون جاری فرما رکھا ہے جسے قانون فطرت کہا جاتا ہے جس کے تحت نظام کائنات چل رہا ہے۔ مثلاً آگ جلاتی ہے، تلوار کاٹتی ہے وغیرہ۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس قانون کو جاری فرما کر اس کا پابند نہیں ہو گیا ہے۔ بلکہ وہ جب چاہتا ہے اس قانون کو توڑ دیتا ہے۔ اس کو خرق عادت کہتے ہیں جس کے ذریعے وہ اپنی قدرت کا اظہار فرماتا ہے۔ یہ خرق عادت اگر انبیا کے لیے ہوئی تو اس کو معجزہ کہتے ہیں اور اگر کسی ولی کے واسطے سے ہوئی تو یہ کرامت کہلاتی ہے۔ اس کا مقصد ان برگزیدہ بندوں کو ایسی نشانی دینا ہے جس سے دوسرے انسان بے بس ہو جائیں اور اس کا مقابلہ نہ کر سکیں۔

معجزہ اور کرامت سے انکار کرنے والا بے دین ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں انبیاء علیہم السلام اور اولیا اللہ کے معجزات اور کرامات کا کئی مقامات پر ذکر ہے۔

قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر اس طرح آتا ہے:

اِنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمُوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِo (آل عمران-۴۹)

ترجمہ: میں تمہارے لیے مٹی سے پرندوں کی مانند صورت بنا دیتا ہوں پھر اس میں دم کر دیتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں اللہ کے حکم سے پیدائشی اندھے اور برص کے مریض کو اچھا کر دیتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔

اولیائے کرام کی کرامت کا ذکر یوں آتا ہے:

کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِoاِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءَ بِغَیْرِ حِسَابٍo (آل عمران-۳۷)

ترجمہ: جب بھی زکریا (علیہ السلام) حضرت مریم کے حجرے میں آتے تو ان کے پاس کھانے کی چیزیں پاتے، انہوں نے پوچھا، اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آئیں؟ انہوں نے کہا اللہ کے پاس سے، بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے حساب روزی دیتا ہے۔

کرامت کو حق ماننا ضروری ہے لیکن اس سلسلے میں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ معجزہ اور کرامت براہ راست اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو نبی یا ولی کے واسطے سے ظاہر ہوتا ہے۔ نبی یا ولی کو اس کے وجود میں لانے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ اپنی مرضی سے تو کوئی نبی بھی معجزہ پیش نہیں کرسکتا۔ قرآن پاک میں صاف لکھا ہے:

وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ۝　　　(الانعام آیت- ۳۵)

ترجمہ: اور (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ان کی روگردانی تم پر شاق گزرتی ہے تو اگر بس چلے تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ نکالو یا آسمان میں سیڑھی (تلاش کرو) پھر ان کے پاس کوئی معجزہ لے آؤ۔

نبی کا معجزہ ہو یا ولی کی کرامت اصل حکم تو اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے۔ کام کرنے والی ذات وہی ہے۔ اگر یہ اہم اصول واضح نہ ہو تو نبی کے معجزے یا ولی کی کرامت کو ان کا ذاتی فعل سمجھ کر انسان ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو ان کا ذاتی فعل سمجھا وہ شرک میں مبتلا ہو گئے۔ حالانکہ وہ تو اللہ کے حکم سے تھا۔ فرمایا وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور برص کے مریض کو ٹھیک کرتا ہوں اور مردے میں جان ڈال دیتا ہوں)۔

سورۃ الانفال میں جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزے کا ذکر ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے لشکر کی طرف ایک مٹھی کنکریوں کی پھینکی اور اللہ کی قدرت سے وہ سارے لشکر کی آنکھوں میں جا لگیں اس کے متعلق اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۝　　　(الانفال-۱۷)

ترجمہ: اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جس وقت تم نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ

نے پھینکی تھیں۔

یعنی فعل تو اللہ تعالیٰ کا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ظاہر فرما دیا۔

اسی طرح اولیا کرام کی جو کرامات صحیح طریقے سے ثابت ہوں وہ بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ عزت بخشتے ہیں اس کے ہاتھ پر کرامت ظاہر ہو جاتی ہے۔

معجزے یا کرامات بذات خود مقصود نہیں ہیں۔انبیا اور اولیا کا اصلی کام مادی چیزوں پر تصرفات کرنا نہیں ہے۔ان کا اصلی کام دلوں کو تبدیل کرنا ہے۔معجزوں یا کرامتوں کی حیثیت بس ایک ذریعہ کی ہے کہ لوگوں کے دلوں کو اللہ کی طرف موڑنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔اس لیے معجزہ اور کرامت اس بات کی تو دلیل ہوتی ہے کہ یہ حضرات اللہ کی بارگاہ میں خاص مقام رکھتے ہیں لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ ان مقدس ہستیوں کے پاس کائنات میں تصرف کرنے کا اختیار ہے یا وہ مالک ومختار ہیں ایک ایسا خیال ہے جو انسان کو توحید کی حدوں سے نکال دیتا ہے کیونکہ اس کائنات میں تصرف محض اللہ رب العزت ہی کو حاصل ہے۔حضرت شیخ اس بات کو یوں فرماتے ہیں:

''تیرے دل کا لگاؤ مخلوق میں سے کسی چیز سے نہ رہے۔اور تمام مخلوق کو اس شخص کی طرح بے بس اور عاجز سمجھ جس کو ایک بڑی سلطنت والے ایک بڑے رعب و دبدبے والے، ایک بڑی شان و حکم والے بادشاہ نے گرفتار کرایا ہو، اس شخص کی گردن میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں اور اسے ایک درخت کے ساتھ پھانسی لٹکا دے اور وہ درخت ایک ایسے دریا کے کنارے اگا ہوا ہے جس کی موجیں تیز اور جس کا پھیلاؤ وسیع اور جس کی گہرائی بہت ہو۔ پھر بادشاہ ایسے تخت پر بیٹھا ہو جس تک پہنچنا بہت مشکل ہو۔نیز اس بادشاہ نے اپنے پاس تیروں، نیزوں اور کمانوں کا ایک ایسا انبار لگا رکھا ہو جس کا اندازہ بادشاہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا اور یہ بادشاہ اس پھانسی پر لٹکے ہوئے شخص پر جس ہتھیار کو چاہے پھینک رہا ہے پس کیا اس شخص کے لیے جو یہ سب ماجرا دیکھے ممکن ہے کہ ایسے بادشاہ کی طرف سے نظر ہٹا لے، اس سے خوف نہ رکھے امید نہ رکھے بلکہ پھانسی لگے ہوئے شخص سے ڈرے اس سے امید رکھے، جو کوئی ایسا کرے گا وہ، جہاں تک عقل وسمجھ کا

تعلق ہے، عقل و سمجھ سے خالی، دیوانہ، مجنون، حیوان مطلق اور خارج از انسانیت نہ ہوگا؟ پس اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو بصیرت کے بعد (حق سے) اندھا ہونے سے، وصولی بارگاہ قدس کے بعد قطع ہونے سے، قرب کے بعد دوری سے، ہدایت کے بعد گمراہی سے، اور ایمان کے بعد کفر سے۔"

(فتوح الغیب وعظ ۱۷)

حضرت شیخ سے منسوب تمام تر کرامتوں کا ماخذ آپ کے پہلے سوانح نگار نور الدین ابوالحسن الشافعی کی بہجۃ الاسرار ہے جو آپ کے وصال کے سو سال بعد لکھی گئی تھی۔ اس میں جو کرامتیں بیان کی گئی ہیں حضرت شیخ کے ہاتھ پر ان کا ظاہر ہونا کوئی نا قابل یقین بات نہیں لیکن ان میں بعض ایسی ہیں کہ وہ دین کی بنیادی تعلیمات سے بالکل میل نہیں کھاتیں بلکہ بعض اوقات حضرت شیخ کے اپنے عمل اور تعلیمات کے بھی بالکل خلاف ہیں۔ مثلاً اس میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ مدرسے میں وضو کر رہے تھے کہ اچانک ایک چڑیا نے آپ کے کپڑوں پر بیٹ کر دی اس پر آپ کو جلال آ گیا اور جب آپ نے اوپر نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ چڑیا مردہ ہو کر نیچے گر پڑی۔ اس کرامت کی کوئی حقیقت نہیں رہ جاتی جب ہم حضرت شیخ کے حالات میں یہ واقعہ پڑھتے ہیں:

"اچانک ایک چڑیا آئی اور آپ کے سر پر بیٹھ گئی آپ نے اپنا سر اس کے لیے جھکا دیا۔ اور اسی طرح سر جھکائے بیٹھے رہے۔ وہ چڑیا آپ کے سر پر تھی اور لوگ منبر کے آس پاس تھے، آپ کے چاروں طرف شور و پکار تھا۔ وہ چڑیا ہٹتی نہیں تھی یہاں تک کہ آپ کے اصحاب میں سے ایک نے چڑیا کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور وہ اڑ گئی۔"　　(ملفوظات شیخ)

اسی طرح بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ عبداللہ نامی ایک صاحب ایک نوجوان کو لے کر حضرت شیخ کے پاس حاضر ہوا جبکہ وہ اس کا بیٹا نہیں تھا اور عرض کیا: "یا سیدی! یہ میرا ایک ہی بیٹا ہے اور اس کی عادتیں خراب ہیں۔ اس کے لیے دعا کریں۔" یہ سن کر حضرت شیخ کو بہت غصہ آیا اور آپ نے فرمایا: "تمھارے افعال اب اس حد تک میرے پاس پہنچنے لگے ہیں۔"

آپ یہ فرما کر گھر میں تشریف لے گئے۔ اسی وقت بغداد کے آس پاس ایسی آگ لگی کہ اگر ایک مکان سے

بجھاتے تو دوسرے میں پہنچ جاتی۔

بیان کرنے والے بتاتے ہیں کہ اس وقت بغداد پر مصیبت بادل کے ٹکڑوں کی طرح چھا گئی۔ چنانچہ میں جلدی سے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو حالت غضب میں پا کر عرض کیا: ''اے سردار، مخلوق پر رحم فرمایئے تمام لوگ ہلاک ہوئے جا رہے ہیں۔'' یہ سن کر آپ کا غصہ دور ہوا اور میں نے دیکھا کہ وہ مصیبت بھی دور ہوگئی اور تمام آگ خود بخود ٹھنڈی ہوگئی۔ (قلائدالجواہر)

لیکن اسی قلائدالجواہر میں حضرت شیخ نے سالکین کی صفت یہ بتائی ہے:

''جب کوئی اس کے ساتھ جہل سے پیش آئے تو وہ بردباری اختیار کرے۔ اگر کوئی برا بھلا کہے تو صبر سے کام لے۔ عجلت پسند نہ ہو۔ چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش آئے۔ بہت زیادہ تحمل مزاج ہو۔'' (قلائدالجواہر)

اور قرآن پاک کی تعلیم یہ ہے کہ:

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَ لَا تَزِرُوْا وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰىo (الانعام-۱۶۵)

ترجمہ: اور جو کوئی (برا) کام کرتا ہے تو اس کا نقصان اسی کو ہوتا ہے اور کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

اس طرح کی کرامتوں کے اظہار یا عدم اظہار سے حضرت شیخ کے مرتبے میں بال برابر بھی فرق نہیں پڑتا۔ سب سے بڑی کرامت تو دین پر عمل کرنا ہے جیسا کہ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا: **الاستقامة فوق الکرامة** یعنی شریعت پر استقامت سے عمل کرنا کرامت سے بڑھ کر ہے۔ خود حضرت شیخ کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ کرامت کا طالب نہیں بننا چاہیے۔ فرماتے ہیں:

''اے مخاطب کرامتوں اور معجزوں کا طالب مت بن۔ اگر تو قرب حق اور صحبت الٰہی چاہتا ہے تو معجزات میں انبیاء اور کرامتوں میں اولیا کا مقابلہ نہ کر۔'' (ملفوظات شیخ)

غنیۃ الطالبین باب ۲۴ میں ولایت کی ایک شرط یہ بتاتے ہیں کہ کرامات کو پوشیدہ رکھے۔ ایک اور ملفوظ میں بزرگان دین کا حال ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب کوئی شخص ان میں سے کسی کی کوئی کرامت دیکھ لیتا تو وہ اس کو قسم دلاتے اور اس سے فرمایا کرتے کہ تم نے یہ کرامت دیکھ لی لہذا عہد کرو کہ مرتے دم تک اس کا کسی سے تذکرہ نہ کرو گے۔''　　(ملفوظات شیخ)

حضرت شیخ کی سب سے بڑی کرامت تو ان کا وہ اصلاحی کام ہے جو ہزاروں گمراہوں کی اصلاح کا ذریعہ بن گیا۔ اس کتاب کا مقصد حضرت شیخ کی زندگی کے اسی پہلو کو اجاگر کرنا ہے اس لیے اس میں کرامتوں کا تذکرہ برائے تبرک ہی ہے۔ خواہش مند حضرت شیخ کی کرامتوں کا ذکر دیگر کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت شیخ کی بعض کرامتیں

(۱) محرم ۵۵۹ھ میں ایک دن حضرت شیخ کے مہمان خانے میں تقریباً تین سو لوگ جمع تھے۔ اچانک حضرت شیخ اٹھ کر مہمان خانے سے باہر تشریف لے گئے اور باقی لوگوں کو بھی جلدی باہر آنے کو کہا۔ جیسے ہی سب لوگ باہر آ گئے اسی وقت اس مکان کی چھت گر پڑی اور تمام لوگ محفوظ رہے۔ (قلائد الجواہر)

(۲) یحییٰ بن جناح ادیب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ دیکھوں کہ حضرت شیخ دوران وعظ اپنے اونی جبے میں سے کتنے بال توڑتے ہیں (توبہ کرنے والے کی گنتی کے لیے)۔ چنانچہ میں آپ کی مجلس میں ایک دھاگا لے کر پہنچ گیا۔ اور جس وقت حضرت شیخ کوئی بال توڑتے میں اپنے کپڑوں میں چھپائے ہوئے دھاگے میں ایک گرہ لگا دیتا۔ جب تمام لوگ رخصت ہو گئے اور صرف میں ہی باقی رہ گیا تو حضرت شیخ نے فرمایا: ''میں تو گرہ کھولتا ہوں اور تو گرہ باندھتا ہے۔''　　(قلائد الجواہر)

(۳) شیخ ابوالمجر حامد حرانی خطیب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بغداد میں حضرت شیخ کے مدرسے میں حاضر ہوا اور آپ ہی کے قریب اپنے مصلے پر بیٹھ گیا۔ اس وقت آپ نے میری جانب دیکھ کر فرمایا: ''اے ابوالمجر تو مسند شاہی پر بیٹھے گا۔'' چنانچہ جب میں حرّان واپس آیا تو سلطان نورالدین شہید نے مجھے ملازمت پر مجبور کیا اور مجھ پر اتنی نوازشیں کیں کہ اپنی ہی مسند پر بٹھانے لگے اور محکمہ اوقاف کا نگران اعلیٰ مقرر کر دیا۔ اس وقت مجھے حضرت شیخ کا قول یاد آ گیا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا تھا اسی طرح میرے ساتھ ہوا۔

(قلائدالجواہر)

(۴) ابوالفرح حمامی کا بیان ہے کہ میں حضرت شیخ کی بہت سی کرامات سن کر ان کے ہونے کو ناممکن سمجھتا تھا۔لیکن بذات خود آپ سے نیاز حاصل کرنے کا شوق رکھتا تھا۔ اتفاقاً کسی ضرورت کے تحت مجھے باب الازج جانا پڑا۔ واپسی پر بغرض ملاقات حضرت شیخ کے مدرسے پہنچ گیا۔اس وقت مؤذن نماز کے لیے اقامت کہہ رہا تھا۔چنانچہ مجھے خیال ہوا کہ میں بھی نماز عصر ادا کرکے حضرت شیخ سے نیاز حاصل کرتا چلوں۔لیکن جلدی میں بالکل بھول گیا کہ میں باوضو نہیں ہوں۔لہذا نماز اور دعا سے فارغ ہونے کے بعد حضرت شیخ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اے صاحبزادے! اگر تم میرے پاس کسی ضرورت کو لے کر آتے تو میں ضرور پوری کردیتا لیکن تمھاری غفلت کا تو یہ عالم ہے کہ بے وضو ہی نماز پڑھ لی۔'' یہ سن کر مارے دہشت کے میرے ہوش اڑ گئے اور عالم حیرت میں سوچنے لگا کہ میرے پوشیدہ حال کا علم آپ کو کیسے ہوگیا۔ پس اس کے بعد ہی سے میں نے آپ کی صحبت اختیار کرلی اور عقیدت ومحبت سے خود کو آپ کی خدمت کے لیے وقف کردیا۔　　　　(قلائدالجواہر)

(۵) شیخ زین الدین بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی حج سے واپسی پر پہلی مرتبہ بغداد پہنچے۔ لیکن وہاں ہمارا کوئی شناسا نہیں تھا۔اس وقت ہمارے پاس ایک چھری کے سوا کچھ باقی نہیں رہا تھا۔ہم نے چھری فروخت کرکے کھانا خریدا لیکن وہ کھانا نہایت بدمزہ تھا جس کی وجہ سے پیٹ نہ بھر سکا۔اس کے بعد ہم حضرت شیخ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو آپ نے سلسلہ وعظ روک کر فرمایا: ''دو مسافر و مسکین حجاز سے یہاں آئے ہیں جن کے پاس ایک چھری کے سوا کچھ نہ تھا۔انہوں نے وہ چھری بیچ کر کھانا خریدا مگر نہ وہ انہیں اچھا معلوم ہوا اور نہ ان کا پیٹ بھر سکا۔ یہ سن کر ہمیں بہت تعجب ہوا اور ہم حیرت زدہ رہ گئے۔

(قلائدالجواہر)

u u u

باب ۹: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

شیخ عبدالوہاب نے اپنے والد ماجد حضرت شیخ سے آپ کے مرض الوفات میں کچھ وصیت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کا تقوی اور اس کی اطاعت کو لازم کرلو اور اس کے سوا نہ کسی سے خوف رکھو اور نہ امید، اور اپنی ساری حاجتیں اللہ کے حوالے کرو، حاجتیں اسی سے طلب کرو اور حق تعالی کے سوا کسی پر بھروسہ رکھو نہ اعتماد۔ توحید کو لازم پکڑو، توحید کو لازم پکڑو، توحید کو لازم پکڑو۔ سارے دین کا خلاصہ توحید ہے۔ آپ نے مرض الموت میں یہ بھی فرمایا کہ جب قلب اللہ تعالیٰ کے ساتھ درست ہو جاتا ہے تو نہ کوئی چیز اس سے خالی رہتی ہے اور نہ کوئی چیز اس سے باہر نکلتی ہے۔ میں مغز ہوں چھلکا نہیں ہوں۔ آپ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہٹ جاؤ کہ میں ظاہر میں تمہارے ساتھ ہوں اور باطن سے دوسروں کے ساتھ ہوں۔ میرے اور تمہارے اور ساری مخلوق کے درمیان اس قدر دوری ہے جتنی آسمان و زمین میں لہذا نہ مجھ کو کسی پر قیاس کرو اور نہ کسی کو مجھ پر قیاس کرو۔ نیز آپ نے فرمایا میرے پاس تمہارے علاوہ بھی کچھ (ہستیاں) ہیں۔ لہذا جگہ خالی کرو اور ان کے ساتھ با ادب رہو۔ یہاں بڑا مجمع ہے۔ ان پر جگہ تنگ نہ کرو۔

آپ کے بعض بیٹوں نے مجھے اطلاع دی کہ آپ یوں فرماتے تھے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ اللہ مجھے اور تمہیں بخشے اور مجھ پر بھی توجہ فرمائے اور تم پر بھی۔ بسم اللہ تشریف لایئے اور رخصت نہ کیے جاؤ۔ ایک دن رات آپ یہی فرماتے رہے اور فرمایا کہ میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا نہ فرشتے کی نہ ملک الموت کی۔ اے ملک الموت تم ہٹ جاؤ۔ ہمارے لیے تمہارے سوا اور ہی کوئی ہے جو ہمارا والی ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے ایک بڑی چیخ ماری اور یہ اس دن کا واقعہ ہے جس کی شام آپ نے وفات پائی۔ آپ کے ایک بیٹے نے آپ کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے کوئی کچھ نہ پوچھے میں وہی ہوں کہ علم خداوندی میں کروٹیں لے رہا ہوں۔

آپ نے اپنے بیٹے عبدالجبار سے فرمایا کہ تم سو رہے ہو یا جاگ رہے ہو؟ تم لوگ میرے اندر فنا ہو

جاؤ کہ بیداری نصیب ہو گی۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کے پاس آپ کی اولاد کی ایک جماعت موجود تھی اور آپ کے بیٹے عبدالعزیز جو کچھ آپ فرماتے لکھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ قلم کاغذ عفیف کو دے دو تا کہ وہ لکھے۔ چنانچہ میں نے لے لیا اور لکھنا شروع کیا۔ **سَیَجْعَلَ اللّٰہُ بَعْدَ عُسْرًا یُسْرًا** (عنقریب اللہ تعالیٰ مشکل کے بعد آسانی عطا فرمائے گا۔) صفات خداوندی کے متعلق اطلاعیں جس طرح آتی ہیں اسی طرح ان پر عبور کرو۔ حکم بدل جایا کرتا ہے مگر علم نہیں بدلا کرتا۔ حکم منسوخ ہو جایا کرتا ہے مگر علم منسوخ نہیں ہوا کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا علم اس کے حکم سے کم نہیں ہوتا۔ اور آپ کے بیٹوں عبدالرزاق و موسیٰ نے مجھے خبر دی کہ آپ ہاتھ اٹھاتے اور یہ کلمات کہتے تھے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ توبہ کرو اور صف میں داخل ہو جاؤ۔ میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ نیز آپ فرماتے تھے نرمی کرو۔ اس کے بعد حق اور سکرات موت آ پہنچی۔ چنانچہ آپ فرمانے لگے میں مدد لیتا ہوں **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ** سے کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ جو ہمیشہ زندہ و قائم رہنے والا ہے کہ نہ وفات پائے گا اور نہ اس کو موت کا اندیشہ ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے غلبہ پایا قدرت سے اور غالب ہوا اپنے بندوں پر موت کا حکم لگا کر۔ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور آپ کے بیٹے موسیٰ نے مجھے خبر دی کہ جب آپ نے تعزّز کا لفظ کہا تو آپ کی زبان اس کو ٹھیک طور سے ادا نہ کر سکی۔ پس آپ اس کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ کہا تعزّز کہ آواز کھینچی اور سختی کے ساتھ اس کو نکالا حتیٰ کہ زبان نے اس کو صحیح ادا کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا اللہ اللہ اللہ اس کے بعد آواز پست ہو گئی اور زبان مبارک تالو سے مل گئی اور آپ نے انتقال فرمایا۔ **اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ**۔ اللہ تعالیٰ راضی ہوا ان سے اور ان کو راضی رکھے۔ اور ہمارے اور آپ کے درمیان اجتماع فرمائے سچے ٹھکانے میں قدرت والے بادشاہ کے پاس اور ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کو زیبا ہے جو پروردگار ہے سارے جہان کا اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں سردار انبیا اور شفاعت کرنے والی جماعت کے سالار سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو بہترین مخلوقات ہیں۔

u u u